والعصر ○ ان الانسان لفی خسر ○

جامعہ عثمانیہ کا ترجمان

العصر

پشاور

مدیر مسؤل

مفتی غلام الرحمٰن

مئی 2004ء / ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

Scanned with CamScanner

آپ کی توجہ کیلئے !!

جامعہ عثمانیہ پشاور کے توسیعی منصوبہ میں حلقہ جلوزی علاقہ خٹک چراٹ روڈ نزد پبی میں بچپن کنال وسیع قطعہ اراضی پر دو ہزار طلباء کیلئے تدریسی، رہائشی اور دفتری عمارات کا مجوزہ نقشہ تیار ہو چکا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار نمازیوں کیلئے جامع مسجد ﴿عبداللہ ابن مسعودؓ﴾ کے نام سے ایک وسیع اور خوبصورت مسجد بھی منصوبہ کا اہم حصہ ہے۔ سرسری جائزہ کے مطابق صرف مسجد پر (دو کروڑ) 2,00,00,000 روپے کی لاگت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پاک نام لیکر اس منصوبہ پر کام شروع کیا گیا ہے

…یا معلوم ؟ کہ آپ جیسے درد دین رکھنے والے بے لوث خادم دین مسلمان …حلال آمدنی میں سے کچھ حصہ اس کے لئے قبول ہو کر آخرت سنوارنے کا ذریعہ …ت ہو۔ اس لئے آپ اس مقدس مشن مین اپنا حصہ نقد، سریا، سیمنٹ، باجری …یا عمارتی لکڑی کی شکل میں ڈال سکتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس …رمت کیلئے قبول فرمائے۔ آمین

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عثمانیہ پشاور

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

ماہنامہ

العصر

پشاور

زیر سرپرستی

حضرت مولانا حکیم لطف الرحمٰن صاحب زید مجدہم

مجلس ادارت

مدیر مسؤل
مفتی غلام الرحمٰن

نائب مدیر
مولانا ذاکر حسن نعمانی

مجلس مشاورت

مولانا حسین احمد
مفتی نجم الرحمٰن

قانونی مشیر
نثار خان ایڈووکیٹ

مئی 2004ء / ربیع الاول ۱۴۲۵ھ جلد 10 شمارہ 5

فہرست مضامین

اداریہ	صدائے عصر	۲
محاسن القرآن	مفتی غلام الرحمٰن	۸
حضورؐ کیوں کامل نمونہ نہیں	مفتی ذاکر حسن نعمانی	۱۳
دارالافتاء	مفتی غلام الرحمٰن	۱۹
رسول اکرمؐ اور مذہبی رواداری	مولانا اکرام اللہ جان	۲۵
علمی، روحانی اور تبلیغی دنیا کا عظیم سانحہ	مفتی ذاکر حسن نعمانی	۴۴
بیاد مولانا شمس الدین شہید	سید سمیع الدین حقانی	۴۹
تبصرہ کتب	احسان الرحمٰن	۵۳

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر۔ صوبہ سرحد پاکستان فون ۲۷۳۵۶۱-۰۹۱

پبلشر و دفتر

مفتی غلام الرحمٰن نے وحدت پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا

بدل اشتراك فی پرچہ 15 روپے / زرسالانہ اندرون ملك 125 روپے بیرون ملك 25 ڈالر کی قیمت

Scanned with CamScanner

صدائے عصر

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رعنائی

پیما (پاکستان اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن) نے ربیع الاول ۱۴۲۵ھ کے حوالہ سے ۲۸ اپریل ۲۰۰۴ء کو خیبر میڈیکل پشاور میں سیرت نبویؐ کے حوالہ سے ایک سیمینار کا اہتمام کیا تھا جس میں مفتی غلام الرحمٰن چیئر مین نفاذ شریعت کونسل وچیئر مین ایجوکیشن کمیشن صوبہ سرحد وممبر شریعہ شپروائزری بورڈ خیبر بنک مہمان خصوصی تھے۔ موصوف نے سیرت کے حوالہ سے ڈاکٹر خواتین وحضرات کو جو دعوت دی، قارئین کے افادہ کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

میں پیما (پاکستان اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن) کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس مقدس علمی اور روحانی محفل میں شرکت کا موقعہ فراہم کیا۔ خدا کرے کہ حضورﷺ کی نسبت سے یہ محفل ہماری نجات کا ذریعہ ثابت ہو۔

معزز خواتین وحضرات!

یہ محفل چونکہ فن طب سے وابستہ نامور اور مایہ ناز شخصیات سے بھری ہے۔ الحمد للہ ہر طرف
یڈیکل کے مختلف شعبوں میں اسپیشلسٹ خواتین وحضرات تشریف فرما ہیں۔ میری کوشش ہوگی کہ
رت کے حوالہ سے میں وہ نکات آپ کے سامنے رکھوں، جن کے سمجھنے میں آپ حضرات کو کوئی دقت
ہے بلکہ رہبری ورہنمائی کے بعد شاید آپ مجھ سے زیادہ ان کی گہرائی تک رسائی حاصل کرسکیں
۔ کیونکہ عصری زبان میں آپ ان کی بہتر تشریح کرسکتے ہیں۔ سیرت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
کی وہ تیس سالہ زندگی کا حسین مجموعہ ہے۔ جس میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے رہبری
ائی مل سکتی ہے۔ سیرت درحقیقت کلام الٰہی کے عملی مشاہدہ کی جھلک ہے۔ چنانچہ ام المؤمنین
ت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب اخلاق نبوی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے ﴿کان خلقہ

القرآن﴾ کے ایک مختصر مگر جامع جملہ میں سیرت نبویؐ کا خاکہ پیش کیا۔ آپؐ نے انسانی معاشرہ میں رہتے ہوئے جو زندگی گزاری۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے مرضیات کا پورا خیال رکھا۔ قرآن کے اوامر کو سامنے رکھتے ہوئے لمحات زندگی گزارے۔ یہی سیرت کا حسین مجموعہ ہے۔ جو آپ کو احادیث کی کتابوں میں نظر آئے گا۔ آپؐ چونکہ انسان کامل تھے۔ اس لئے انسانیت کے اعلیٰ معیار کے جو اصول ہیں وہ آپ سیرت نبویؐ کے حوالہ سے پاسکتے ہیں۔ باپ کی حیثیت سے جن معیاری خوبیوں کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت فاطمہؓ کی زبان سے آپ سن سکتے ہیں۔ جن اوصاف کی وجہ سے خاوند کا مقام بلند ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ اور دوسری امہات المؤمنین کے حوالہ سے وہ رموز وحقائق آپ پر کھل سکتے ہیں۔ خلوت وجلوت امن وجنگ میں یا دوست ودشمن سے جو رویہ اپنایا جاسکتا ہے۔ اور جس سے انسانی معاشرہ اپنا معیار قائم رکھ سکتا ہے۔ سیرت میں آپ کو یہ تمام اصول نظر آئیں گے۔ میرا ایمان ہے کہ قیامت تک انسانی معاشرہ میں بہتری اور پائیداری پیدا کرنے کا واحد ذریعہ سیرت نبوی کو اپنانا ہے۔ حالات اور زمانہ بدلنے کے باوجود سیرت آپ کو جو راستہ تعین کرتی ہے۔ اس میں انسانی معاشرہ کی ترقی ہے۔

سیرت نبویؐ کے تحفظ کا مثالی نمونہ:

آپ یہ بھی جان لیں کہ سیرت نبوی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو محفوظ نہ ہو۔ آج کے ایٹمی دور میں کسی کی زندگی کے واقعات کا تحفظ کوئی بڑا مسئلہ نہیں۔ آپ آسانی سے ایک شخص کی زندگی ویڈیو یا دوسرے ذرائع سے محفوظ کرسکتے ہیں۔ لیکن آج سے چودہ سو سال پیچھے جاکر آپ عرب کے صحرانشین معاشرہ کو ذہن میں رکھیں۔ جہاں تحریر کے کوئی وسائل نہ تھے اور نہ فن کتابت سے آشنا کوئی بڑی جماعت موجود تھی۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی محفوظ رہی۔ آج آپ یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے کھایا؟ کیسے پیا؟ کیسے سوئے؟ اور کیسے جاگے؟ یہ خدائی نظام کے بغیر انسان کی بس کی بات نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی سیرت کا تحفظ آپؐ کا ایک بڑا معجزہ ہے۔ بلکہ میرا دعویٰ ہے کہ آپ کی زندگی کے تحفظ میں جو آفاقی نظام کارفرما ہے۔ آج کے وسائل

Scanned with CamScanner

بھی اس جیسے تحفظ سے قاصر ہیں -اور یقیناً ہوں گے- کیونکہ خدائی نظام کا یہ خاصہ ہے کہ انسانی وسائل اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے -آپؐ سے قبل آسمانی ادیان کے پیروکار آج بھی دنیا میں موجود ہیں- یہودی حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی پیروکاری کے دعویدار ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے نام کے شیدائی ہیں-لیکن بایں ہمہ بے چارے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات طیبہ کے کسی پہلو سے آشنائی کا دعوی نہیں کر سکتے -ان حضرات کی کارکردگی چونکہ محدود وقت کے لئے تھی-اس لئے نظام حیات کیلئے ابدی تحفظ کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی-اس کے برعکس سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ صرف عرب کے صحرائی ماحول کے لئے نہیں اور نہ چھٹی یا ساتویں صدی عیسوی تک محدود تھی بلکہ قیامت تک امت محمدیہ کے لئے مشعل راہ تھی- اس لئے اللہ تعالی نے آپؐ کی سیرت طیبہ کو ایک آفاقی نظام کے تحت محفوظ کیا- اوامر ونواہی یا دوسرے احکام کا تحفظ تو ضروری تھا لیکن اس کے علاوہ طبعی زندگی کو بھی تحفظ ملا- خلوت کی زندگی کا وہ حصہ بھی محفوظ رہا- جو عموماً راز داری میں ہوتا ہے اور طبعی طور پر انسان اس کو مستور رکھنا چاہتا ہے- جلال وجمال کے موقعہ پر آپؐ کا رنگ ولہجہ وضع وقطع جیسی چیزیں بھی محفوظ رہیں--جن کے تحفظ سے آج کے آلات قاصر ہیں-

سیرت نبوی کی رعنائی:

میرا ایمان اور عقیدہ ہے کہ سیرت نبوی کی رعنائی اور تروتازگی آج بھی جوں کے توں محفوظ ہے جو تروتازگی عرب کے صحرانشین ماحول میں محسوس ہو رہی تھی- آج کے مشینی دور میں سیرت اپنی کمال تروتازگی اور رعنائی کے ساتھ زندہ وتابندہ ہے--جس سیرت اپنانے سے عربی ثقافت نے قیصرو کسریٰ کے پرتعیش ماحول کو زیر کیا اور دنیا کے سامنے مہذب معاشرہ ہونے کا ثبوت دیا- آج بھی وہی سیرت اپنا کر اسلامی معاشرہ اپنی کھوئی ہوئی طاقت اور عظمت بحال کر سکتی ہے- سیرت نبوی جیسا کہ صحرانشینی کے ماحول سے ہم آہنگ تھی- آج کے ایٹمی دور سے بھی ہم آہنگ ہے- عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جدید دور میں ترقی کے دعوؤں کے باوجود سیرت نبوی کے کسی پہلو کی تکذیب ممکن نہیں-

آج ایک شخص اٹھ کر یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاں سنت ان نتائج کی روشنی میں غلط ہے- بلکہ تحقیق وریسرچ کے حوالہ سے آپ کی ایک ایک سنت پرکھی جائے تو آج کی سائنسی تحقیقات سنت نبوی یا سیرت نبوی کی تائید میں ہوں گی- اگر آج یہ ممکن ہوتا تو امریکہ اور دوسرے دشمنان اسلام کو مسلمانوں کو ایٹم بم سے مار کر دنیا کی بدنامی اور ذلت و رسوائی موہ لینے کی ضرورت نہیں رہتی- بلکہ تحقیق وریسرچ کی کسوٹی پر رکھ کر سیرت نبویؐ کی ایک ایک پہلو کی تکذیب کر کے مسلمانوں کو آسانی سے بدراہ کرنے میں کامیاب ہوتے -لیکن یہ نہیں کر سکتے - کیونکہ یہ ممکن نہیں-مثال کے طور پر اس محفل کی مناسبت سے میں یہ کہوں گا- کہ وضوء کرتے وقت ناک میں تین تین دفعہ پانی ڈالنا سنت ہے- ظاہر ہے کہ ہم بحیثیت مسلمان وضوء کرتے وقت اس کا اہتمام کرتے رہتے ہیں-لیکن اگر اس کے فلسفہ پر ہم غور کریں تو وقت کے مطابق اس کی ضرورت ہمیں محسوس ہوگی -وضوء میں پانی کا استعمال ہوتا ہے- اس کے لئے ضروری ہے کہ پانی کی طہارت پر وضوء کرنے والے کا یقین ہو-نفسیاتی طور پر استعمال کرنے والا مطمئن ہو کہ پانی سے کوئی نجاست یا مضر صحت چیز خلط نہیں-اس کے لئے پانی کی تین صفتوں کا تجزیہ ضروری ہے--جس سے ہمارے فقہاء کرام لون، طعم اور رنگ سے تعبیر کرتے ہیں-ان تین زاویوں سے پانی کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے-اور اطمینان آنے کے بعد انسان پانی کے استعمال کے لئے تیار ہوتا ہے-تو وضوء میں مضمضہ اور استنشاق کی مشروعیت میں یہ فلسفہ کارفرما ہے- گویا آپ آسانی کے لئے یوں سمجھیں کہ ہاتھ منہ دھونے سے قبل پانی کو تین لیبارٹریوں سے ٹیسٹ کرنا پڑا- مضمضہ سے منہ پانی میں ڈال کر ذائقہ کو آزمایا گیا- ناک میں پانی ڈال کر سونگھنے کے عمل کو مکمل کیا گیا- اور ان دونوں مراحل سے گزرنے کے لئے جب پانی تین دفعہ ہاتھ میں اٹھایا گیا تو آنکھ کو دیکھنے کا موقعہ بار بار ملا--جس سے رنگ کا تجزیہ بھی کیا گیا-یوں پانی کے تین ٹیسٹ مکمل ہونے کے بعد اطمینان آیا کہ پانی قابل استعمال ہے-اس لئے اس کے بعد فرائض وضوء کے مرحلہ میں پیش قدمی کی اجازت دی گئی- ایسا ہی وضوء سے پہلے ہاتھ دھونا سنت ہے- اس سنت کی برکت سے ہاتھ جہاں دوسرے اعضاء کی صفائی کے لئے استعمال ہوں گے تو خود ان کا جراثیم سے پاک ہونا ضروری ہے-- جس سنت کو آپ لیں اور اس پر غور کریں یقیناً اس میں عصری تقاضوں

Scanned with CamScanner

کے مطابق ضرورت محسوس ہوگی۔

﴿ کتاب الطہارت ﴾ کا ایک مسئلہ ہے کہ کتا جس برتن میں منہ ڈال کر زبان سے چاٹے اس کو پانی سے تین یا سات بار دھونے کے ساتھ ساتھ ایک دفعہ مٹی کا استعمال بھی کیا جائے۔ پانی سے تین یا سات بار دھونے کا مسئلہ تو واضح تھا۔ ہر ایک سمجھ رہا تھا۔ کہ پانی سے برتن پاک ہوگا لیکن مٹی کے استعمال کی وجہ کیا ہے؟ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جرمنی کے ڈاکٹروں نے تجربہ سے ثابت کیا ہے کہ کتے کے چاٹنے سے جو جراثیم برتن میں پہنچے۔ ان کے مارنے کے لئے مٹی کا استعمال ہی اکسیر نسخہ ہے۔ جرمنی ڈاکٹر تو آج اس کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔ لیکن آپؐ نے چودہ سو سال پہلے ﴿سؤر الکلب﴾ میں تثلیث یا تسبیع کے ساتھ ساتھ ﴿ تتریب ﴾ یعنی مٹی کا استعمال بھی تجویز کیا۔

معزز خواتین وحضرات!

آپ تحقیق کے عادی لوگ ہیں۔ آپ حضرات کا مزاج ہی تحقیق کا ہے لیکن آپ حضرات کی تحقیقی محنت ڈگری کے حصول یا زیادہ سے زیادہ منصب اور عہدہ کے حصول کے لئے ہوتی ہے۔ بحیثیت مسلمان دنیوی مفادات سے قطع نظر صرف اور صرف اس جذبہ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت سمجھنے کی کوشش کریں اور اس کا فلسفہ جاننے کی کوشش کریں۔ آپ حضرات عصری زبان میں سیرت کی جو تشریح کر سکتے ہیں۔ خدا کرے کہ اس سے گمراہی کے دلدل میں پھنسے ہوئے لوگوں کو اسلام تک رسائی حاصل ہو۔ اور قیامت کے دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو۔ آپ قیامت میں فخر کے ساتھ دربار نبوی میں عرض کر سکیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کی فلاں سنت پر تحقیق کر کے لوگوں کو سمجھایا۔ کہ حضورؐ کی اس سنت میں یہ فلسفہ پنہاں ہے۔ آپ حضرات کے لئے میدان کھلا ہے۔ ﴿ کتاب الطب ﴾ کے حوالہ سے آپ نے جسمانی علاج کے طور پر لوگوں کو کئی چیزیں تجویز کیں۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿اعلام الموقعین﴾ میں یہ چیزیں گن کر دو سو سے زائد جڑی بوٹیوں پر مشتمل ایک فہرست پیش کی ہے۔ آپ

حضرات موجودہ دور کے حوالہ سے لیبارٹریوں میں ان چیزوں پر تحقیق کر کے مثبت نتیجہ دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ یہ بات بھی ذہن نشین ہو کہ اسلامی معاشرہ میں سیرت سے آگاہی تک سرگرمیاں محدود رکھنا مناسب نہیں بلکہ مسلمان اس کا مکلف ہے کہ وہ سیرت نبوی کو اپنائے۔ زندگی کا جو لمحہ آپؐ نے جس طریقہ پر گزارا۔ مسلمان کی کامیابی اس میں مضمر ہے۔ کہ وہ زندگی اس طرح گزارنے کی کوشش کرے۔ عبادات تک اپنی سرگرمیاں محدود نہ رکھیں۔ اخلاقیات اور معاملات کو بھی سیرت کے مطابق بنانے کی کوشش کریں۔ صرف یہ نہیں بلکہ سیاسی میدان میں بھی سنت سے رہبری حاصل کر کے ملکی اور بین الاقوامی تعلقات کے لئے سیرت نبوی کی روشنی میں پالیسی مرتب کریں۔

صحابہ کرام کی زندگی کا امتیاز وہ مثالی اتباع ہے۔ جس میں آپ حضرات نے ہر میدان میں سیرت ہی کو قابل تقلید سمجھا۔ زندگی کے ان شعبوں میں بھی تابعداری کی جس میں تابعداری ضروری نہیں تھی۔ آپ حضرات نے طبیعت کی تربیت ایسے سانچے میں کی کہ شریعت ہی طبیعت ٹھہری۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو سیرت سمجھنے اور اپنانے کی توفیق بخشے۔ آمین

سیرت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

دو چیزوں کا امتزاج ہے۔

پختہ عقیدہ

حسین اعمال

محمد ادریس کاندھلوی

Scanned with CamScanner

مفتی غلام الرحمن

یاایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوت الشیطن ط انه لکم عدو مبین o انما یامرکم بالسوء والفحشآء وان تقولوا علی اللہ ما لاتعلمون o

ترجمہ- اے لوگو ! جو کچھ زمین میں ہے ان میں سے حلال اور پاکیزہ کھایا کرو- شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے- بے شک وہ تمہیں برائی اور بے حیائی کا مشورہ دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف نا سمجھی کی باتیں منسوب کرو-

محاسن :

انعامات خداوندی اور مشرکین کے لئے تخویف وتزجیر کے بعد تحریمات مشرکین اور نیازات مشرکین کا بیان ہے- جنہیں مفسرین کی اصطلاح میں ﴿شرک فعلی﴾ کا نام دیا جاتا ہے- اور نزول قرآن کے وقت مشرکین عرب میں یہ چیزیں مروج تھیں-

رسوم جاہلیت کی تردید:

عرب کے ناخواندہ معاشرہ میں کچھ ایسی چیزیں مروج تھیں- جنہیں اعتقادی اہمیت حاصل تھی- کسی دلیل کے سہارا کئے بغیر محض باپ دادوں سے من گھڑت روایات سن کر یہ چیزیں رواج پاگئی تھیں- مثلاً بعض جانوروں کو آزاد چھوڑتے تھے- کسی کو ان کے استعمال کی اجازت نہیں تھی- ان کا گوشت کھانا، سواری کے لئے استعمال کرنا یا دودھ نکالنا ممنوع تھا- اگر معاشرہ میں کوئی ان حیوانات سے استفادہ کرتا تو معاشرتی جرم متصور ہوتا- اس کے مقابلہ میں کچھ ایسی چیزیں حلال متصور تھیں جن کا استعمال انسانی معاشرہ کو زیب نہیں دیتا- اگر یہ اقدام معاشرتی دائرہ تک محدود رہتا تو اچھا ہوتا- لیکن اس کے پس منظر میں ایک اعتقادی پہلو مخفی رہا- جس نے اس کی شناعت اور

بے ہودگی میں اضافہ کیا- مشرکین یہ چیزیں اپنے خود ساختہ معبودوں کی خوشنودی کے لئے کرتے تھے- ان کا عقیدہ تھا- اگر ہم ان حیوانات کو یہ مقام نہ دیں تو اس سے ہمارے معبود ناراض ہوں گے- ان کی ناراضگی اخروی ناکامی کی دلیل ہے- یہی لوگ تو ہمارے لئے آخرت کا سرمایہ ہیں- جب یہ ناراض ہوں گے تو ہماری سفارش نہیں کریں گے اور دنیا بھی ان کی وجہ سے آباد ہے- اس لئے ان کو خوش کرنا ضروری امر ہے- کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کی واحد طاقت دین سماوی ہے جو انبیاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے- معبودان باطلہ کو یہ حق دینا درحقیقت رب کائنات سے بغاوت کے مترادف ہے- اس لئے قرآن اس کو شرک قرار دیکر سختی سے منع کر رہا ہے- چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا-

اے لوگو! روئے زمین پر جن چیزوں میں تمہیں دو خوبیاں نظر آئیں یہ تمہارے لئے بلا روک ٹوک جائز ہیں- پہلی خوبی حلت اور دوسری پاکیزگی ہے- موخر الذکر خوبی فطری طور پر چیزوں میں ہوتی ہے- انسان کا اشرف المخلوقات ہونا اس کا متقاضی ہے- کہ گندی اور نجس چیزوں کے استعمال سے اس کی نفاست متاثر نہ ہو- یہی وجہ ہے کہ محرمات کی فہرست پیش کر کے ایک موقعہ پر انہیں ﴿فسق﴾ کہا گیا- لیکن اباحت کے لئے صرف پاکیزگی کافی نہیں بلکہ شریعت کی اجازت بھی ضروری ہے- جسے ﴿حلت﴾ کہا جاتا ہے- یعنی اس کے بارے میں یہ تصریح ضروری ہے کہ یہ ان اشیاء کی فہرست میں داخل ہو- جن کے استعمال کی اجازت ہو- ان دونوں خوبیوں کے ہوتے ہوئے پھر بھی کسی چیز کو ممنوع قرار دینا تو ہم پرستی یا شیطان کی تابعداری سے کم نہیں- شیطان تو انسان کا فطری دشمن ہے- وہ کبھی بھی انسان کی خیر خواہی کا مشورہ نہیں دیتا- اس کی رہبری وراہنمائی میں بغض وعداوت اور دشمنی پنہاں ہوتی ہے- وہ ہمیشہ انسان کو ایسے اعمال کی ترغیب دلاتا ہے- جس سے معاشرہ میں برائی اور بے حیائی کو فروغ حاصل ہوتا- چنانچہ مشرکین ایام جاہلیت میں جب بیت اللہ کا طواف کر کے کپڑے نکال کر بالکل ننگا ہو کر خانہ کعبہ کے ارد گرد گھومتے- ان کے ذہنوں میں یہ بات ڈالی گئی تھی کہ جن کپڑوں میں تم معاشرہ میں رہتے ہوئے گناہ کرتے ہو یہ کیسے گوارا ہو؟ کہ ان کپڑوں کو پہن کر تم بیت اللہ میں حاضر ہوں- چنانچہ کپڑے نکال کر ننگا پھرنا ان کے نزدیک بڑی عبادت تھی- اور اس پر فخر کرتے تھے- جیسا کہ آج کل یورپ کے آزاد خیال معاشرہ نے مہذب ہونے کا معیار یہ قرار دیا کہ حوا کی بیٹی سے کپڑے

Scanned with CamScanner

نکال کر اس کو شمع محفل بنایا جائے - چنانچہ پردہ کو دقیانوسی اور قدامت پسندی قرار دیکر روشن خیالی کا تقاضا یہ پیش کرتے ہیں کہ خواتین بے پردہ ہو کر معاشرہ میں رہیں - یہ تمام شیطانی محنت کے نتائج ہیں - جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں - مشرکین مکہ شیطان کے کہنے پر چل کر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے - یہ خطرناک اقدام تھا - اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو - وہ تمہارا کھلا دشمن ہے - وہ تمہیں خیر خواہی کا مشورہ نہیں دیتا - اس کی رفاقت سے تمہاری اپنی حیثیت مٹ سکتی ہے - فطرت کے قانون کے مطابق چلو گے - تو تمہارا معاشرہ ترقی یافتہ اور مہذب ہوگا - لیکن فطرت کے خلاف چلنا تمہاری تذلیل ہے - یہی شیطان کا مشن ہے - اور اسی منشور کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے وہ رات دن ایک کیا ہوا ہے -

واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما الفينا عليه ابآء نا او لو كان اباء هم لا يعقلون شيئا ولا يهتدون o ومثل الذين كفروا كمثل الذى ينعق بما لا يسمع الادعاء ونداءً صم بكم عمى فهم لا يرجعون o

ترجمہ - اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم نامہ کی تابعداری کرو - کہتے ہیں - ہم باپ دادا سے پائے ہوئے رسم کے پابند رہیں گے - حالانکہ ان کے باپ دادے نظام حیات میں کوئی سنجیدہ تھے اور نہ راہ یاب - کفار کی مثال ان چوپایوں کی مانند ہے - جن کو پکارا جائے - وہ ماسوائے پکارنے کی آواز کے اور کچھ نہیں جانتے ہیں - یہ لوگ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں دین کی کوئی سمجھ نہیں رکھتے -

محاسن -

مشرکین کے خودساختہ اعمال وافعال کے لئے ان کے پاس کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں تھی - بلکہ معاشرتی طور پر ان لوگوں کی ایسی تربیت ہوئی تھی - کہ بے بنیاد عقائد اور اعمال چھوڑنا ان کو گوارا نہیں تھا - یہ چیزیں ان لوگوں کے پاس موروثی طور پر چلی آرہی تھیں - آباؤاجداد سے نسبت تھی - شیطان اس نسبت کو دھوکہ کے طور پر استعمال کر کے مشرکین مکہ سے اپنی مرضی کا کام کرواتا - چنانچہ ان لوگوں کو جب دین سماوی کی دعوت دی جاتی - کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم نامہ کے تابع بن کر ان

کے مطابق زندگی گزارو - یہ لوگ جواب میں کہتے - ہم نے باپ دادا سے جو کچھ پایا ہے - یہی ہمارا سرمایہ ہے - ہم اس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں - آباؤاجداد کی طرف منسوب کرنا بڑی دلیل تھی - شیطان نے سمجھایا جو کچھ بھی ہو باپ دادا کے دین پر مضبوطی سے قائم رہو - اس کا اثر یہی رہتا کہ معاشرتی طور پر آباؤاجداد جن برائیوں اور کمزوریوں کے شکار ہوتے - ان کی ترویج کے لئے سند جواز مل جاتی - یوں معاشرتی بگاڑ ان لوگوں میں نسل درنسل منتقل ہوتی رہی - اور لوگ اس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوتے - قرآن مجید نے اس اندھی تقلید سے منع کرتے ہوئے فرمایا - کیا تمہارے آباؤاجداد کا کردار باجودیکہ عقلی اور نقلی دلیل سے عاری تھا - پھر بھی تم اس کو اپناؤ گے - لیکن یہ لوگ اس کے خلاف کسی بات کو سننے کے لئے تیار نہیں تھے - قرآن نے اس کی وضاحت ایک مثال سے یوں کی کہ یہ لوگ اس وقت چوپایوں کی مانند ہیں جو آواز سنتے ہیں - لیکن اس کے سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں - ایسا ہی یہ لوگ باپ دادا کے نقش قدم پر چلنے کا نعرہ بلند کر کے انجام سے بے خبر ہیں - حواس ظاہرہ معطل ہو کر آنکھ کان اور زبان کام کے نہیں رہے -

اندھی تقلید کی نئی شکل :

مشرکین مکہ جہل کی وجہ سے باپ دادوں کی اندھی تقلید میں مبتلا تھے - اور اس کی وجہ سے انہیں راہ ہدایت دکھائی نہیں دے رہی تھی - آج کل دین سے نابلد طبقہ یورپ کی اندھی تقلید میں مبتلا ہے - بدقسمتی سے مسلمانوں کی غفلت سے یورپ نے سائنسی علوم میں نام پیدا کیا - اور عصر حاضر میں تحقیق وریسرچ اور ترقی کا جھنڈا ہاتھ میں لیا - جس کے نتیجہ میں اسلامی معاشرہ احساس کمتری کا شکار رہا - ذہنی اعتبار سے ایسی پسماندگی میں مبتلا ہیں کہ جدت پسندی اور اباحیت کو ترقی کا معیار سمجھا جا رہا ہے - مذہب سے قرب اور اسلامی ثقافت سے تزیین ہی کو علمی پسماندگی کی وجہ قرار دی جا رہی ہے - یورپ کے ہر کام کو ترقی سے جوڑا جاتا ہے - نشست وبرخاست، وضع وقطع اور گفتار وکردار میں یورپ سے ہمنوائی پر فخر کیا جاتا ہے - یورپ نے خاندانی نظام کو تباہ کر کے جوان طبقہ کو برائی کے جس دلدل میں پھینکا ہے - نادان مسلمان اس کو بھی ترقی کا جزء سمجھتے ہیں - غرضیکہ یورپ نے خواتین کی عزت و عصمت کا لباس اتروا کر عریاں رکھنے کی مذموم کوشش کی - سادہ لوح مسلمانوں اس کے خلاف آواز

Scanned with CamScanner

اٹھانا بنیاد پرستی سمجھ رہے ہیں۔ اور روشن خیالی یہی ہے کہ مرد وزن کا بے جا اختلاط ہو۔ یہ تقلید مشرکین کی تقلید سے زیادہ قابل افسوس ہے۔

تقلید شرعی اور تقلید شرکی کا تفرقہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن نے ان آیات میں مشرکین کی اندھی تقلید کی تردید کرکے اسلامی معاشرہ کو اس سے بچانے کی وصیت کی۔ لیکن اس کے حوالہ سے ائمہ مجتہدین کی تقلید سے انکار کرنا جہل اور دین کے مزاج سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ مشرکین کی تقلید بغیر کسی سند اور دلیل کے صرف باپ دادا کے ناطے سے تھی۔ لیکن ائمہ کی تقلید میں دلیل کی بنیادی ضرورت کارفرما ہے۔ ائمہ کی تقلید کسی نسبی رشتہ یا قومیت کی بنیاد پر نہیں بلکہ امام کی علمی عظمت مسلم ہو کر ایک ایسا اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ کہ قرآن وحدیث سمجھنے کے لئے اس کے فہم کو اعتبار دیا جاتا ہے۔ عوام کی علمی سطح اتنی بلند نہیں ہوتی۔ جس سے احادیث میں ناسخ ومنسوخ اور دوسری خوبیوں کا ادراک کر سکے اس لئے ایک علمی شخصیت کا ہونا ضروری ہے۔ جس کے تقوی، خدا ترسی، علمی تفوق اور فہم وفراست پر اعتماد ہو۔ اور اس کے قول کو اپنے لئے فروعی مسائل میں قول فیصل سمجھا جائے۔ اگر ایسی صورت پیدا نہ ہو تو ایک عام شخص کے لئے عمل کرنا مشکل رہے گا۔ اس لئے تقلید شخصی کی ضرورت سے جان چھڑانا مشکل ہے۔

تقلید ہی کے ذریعہ انسان گمراہی اور بے دینی سے محفوظ ہوتا ہے۔ اور ایک سیدھی راہ پر چلنے کی اہلیت پیدا ہوتی ہے۔ تقلید کے مخالفین ظاہر بینی کے شکار ہو کر اس نکتہ کو نہیں سمجھتے کہ ائمہ مجتہدین شارحین شریعت ہیں۔ ان کی محنت سے شریعت کے احکام وضع نہیں ہوتے بلکہ ظاہر ہوتے ہیں۔ تقلید کے منکرین لوگوں کو ورغلاء کر امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام مالکؒ جیسے کبار محدثین اور مجتہدین کی تقلید سے بدظن کراتے ہیں۔ لیکن پس پردہ اپنی بات منوا کر اپنے مقلدین بنوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ آج کل کے سطحی علم رکھنے والوں کی نسبت سے خیر القرون کے ائمہ سے تعلق جوڑنا اور نسبت قائم کرنا بہت زیادہ بہتر ہے۔ بلکہ ان سے آج کے ظاہر بینوں کی نسبت کیا ہے؟

حضور ﷺ کیوں کامل نمونہ ہیں

مفتی ذاکر حسن نعمانی

ربیع الاول کے مہینہ میں ہر سال مسلمان حضورؐ کی سیرت میلاد شریف کے نام سے جلسوں اور جلوس کی شکل میں مناتے ہیں۔ کہیں مقررین وواعظین تقریریں کرتے ہیں۔ کہیں جلوس نکلتا ہے۔ کہیں نعت خوانی کی محفلیں سجائی جاتی ہیں۔ کہیں نعت خوانی کرنے والی خواتین ہوتی ہیں۔ کہیں مرد حکومت کی سطح پر سیرۃ النبیؐ کے عنوان سے کانفرنس منعقد کرتے ہیں۔ ہر سال حکومت کی طرف سے سیرت النبیؐ میں سے کسی عنوان کے تحت مختلف سکالر کتابیں لکھتے ہیں۔ پھر ہر موضوع لکھنے والوں کو انعام ملتا ہے۔ سیرت النبیؐ کی کانفرنس مین بعض مقررین کی صورت وسیرت حضورؐ کے سیرت کے ساتھ میل نہیں کھاتی۔ اسی طرح لکھنے والوں میں بھی ایسے حضرات ہوتے ہیں جن کی عملی زندگی سیرت النبیؐ کے سانچے کے بالکل خلاف ہوتی ہے۔ کسی موضوع پر تقریر کرنا یا کتاب لکھنا الگ بات ہے اور عمل کرنا اور بات ہے۔ بد اخلاق آدمی بھی اخلاقیات پر بہترین کتاب لکھ سکتا ہے۔ ارسطو یا افلاطون میں سے کسی ایک کے بارے میں ایک بوڑھے تجربہ کار نے کہا۔ (اخلاق ندارد) ان کو غصہ آیا اور اخلاقیات پر کتاب لکھ ڈالی۔ بوڑھے نے کتاب دیکھ کر کہا (من نگویم کہ اخلاق نداند بلکہ من گویم کہ اخلاق ندارد) میں نے کب کہا کہ اخلاق نہیں جانتا بلکہ میں تو یہ کہا کہ ان کے اخلاق بالکل نہیں۔ فلسفی کو بہت افسوس ہوا کہ میں بوڑھے آدمی کی پہلی بات نہ سمجھ سکا۔

بہر حال سیرت النبیؐ کا جلسہ، کانفرنس یا کسی محفل کا انعقاد ضروری نہیں بلکہ ضروری بات سیرۃ النبیؐ پر عمل ہے۔ لوگ ہر سال حضورؐ کی میلاد کو بڑے جوش وخروش سے مناتے ہیں۔ چراغاں کی فضول خرچیاں الگ ہوتی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ گویا یہ وہی مہینہ ہے جس میں آپؐ دنیا میں تشریف لائے تھے۔ حالانکہ وہ دن اور مہینہ اور سال پھر دوبارہ واپس نہیں آتا۔ اور نہ حضورؐ بار بار پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کی پیدائش ایک بار ہوئی ہے۔ آپ کی پیدائش پر خوشی تو مؤمن کا ایمان ہے لیکن خوشی اس طرح ممنوعات شرعیہ کے ساتھ صحیح نہیں۔ کسی کی یاد میں جلسہ اور محفل اس لئے سجانا کہ اس کی تعلیمات

سامنے آئیں اور لوگ عمل پیرا ہوں تو صحیح ہے۔ اس لئے حضور کی سیرت بیان کرنے کے لئے کسی محفل مجلس کا انعقاد درست ہے۔ تاکہ آپ کی سیرت کے مختلف پہلو لوگوں کے سامنے بیان ہوں تاکہ لوگ عمل پیرا ہوں۔ اس کے لئے ضروری نہیں کہ ربیع الاول کا ہی مہینہ ہو۔ اس لئے کہ حضور کی صورت اور سیرت ہمارے لئے راہنما ہے۔ انسان کی زندگی کسی ضابطہ کے تحت گزرتی ہے جبکہ حیوان کسی ضابطہ اور قانون کا پابند نہیں ہوتا۔ مذہب بے زار اور مذہب آزاد لوگ بھی کسی ضابطہ کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ بھی بالکل حیوانات کی طرح آزاد نہیں۔ اگر مذہبی پابندی نہیں تو معاشرتی اخلاق اور قانون پابندیوں کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتے کہ کوئی ان کو بداخلاق کہے یا کوئی ان کو ملامت کرے کہ آپ قانون کی پابندی نہیں کرتے۔ یا معاشرہ کا خوف ان پر سوار ہوتا ہے۔ ہاں اگر ان میں کوئی اتنا آزاد ہو جائے کہ مذہبی پابندی تو درکنار معاشرتی اور اخلاقی حدود بھی پھلاندے تو ظاہر بات ہے کہ نرا حیوان ہے۔ حیوان کسی مذہب کا پابند اور مکلف نہیں ہوتا۔ اخلاقیات سے ناواقف ہوتا ہے۔ معاشرتی پابندیوں کو نہیں جانتا۔ کسی قانون کی خلاف ورزی کا خوف نہیں ہوتا۔ حلال حرام کی تمیز کے بغیر کھاتا پیتا ہے۔ مالک چارہ ڈالے تو وہ کھائے۔ کسی کے کھیت میں گھس گیا تو وہ بھی کھالیا۔ اس کی غرض تو بس کھانے پینے سے ہے اس کو ذرائع اکل وشرب سے کیا کام۔ ہر قسم کی پابندی سے آزاد زندگی گزارتا ہے۔

اس طرح بعض انسان بھی ہیں۔ بعض سرے سے کسی مذہب کے قائل نہیں۔ بعض اپنے مذہب اور تہذیب کے قائل ہیں۔ لیکن ان کی شرعی حیثیت بالکل نہیں۔ مثلاً آج کل یہودیت اور نصرانیت اپنی اصل شکل میں موجود نہیں۔ اگر کوئی حکم اپنی شکل میں موجود بھی ہے تو وہ منسوخ ہے۔ قابل عمل نہیں اور اس پر عمل باعث نجات نہیں۔ اصل حیثیت اور مقام مذہب اسلام کا ہے۔ اس پر عمل پیرا کی زندگی اصل زندگی ہے۔ اسلام کے علاوہ مذاہب والے بھی ضرور کسی نہ کسی ضابطے اور قاعدے کے پابند ہیں۔ اگر چہ خود کو مذہب سے آزاد کر لیا ہے۔ مثلاً یورپ میں شادی شدہ عورت کے زنا پر پابندی ہے۔ یہ پابندی اس لئے نہیں کہ کوئی مذہبی جرم ہے۔ یا اخلاقی اور معاشرتی خلاف ورزی ہے بلکہ اس لئے کہ یہ خاوند کا حق ہے۔ اگر شادی شدہ عورت زنا کرے تو اس نے خاوند کا حق ضائع کیا۔ یا کسی نے

ایک آدمی کا حق ضائع کر دیا۔ اگر چہ امریکہ میں اب تبادلہ ازواج کے لئے Swap نامی تنظیم کام کر رہی ہے۔ کہ تبادلہ ازواج کو قانونی حیثیت ملنی چاہئے۔ یعنی ایک کی بیوی دوسرے کے ساتھ منہ کالا کر سکتی ہے۔ بہر حال ہمیں حضورؐ والی پاکیزہ زندگی ملی ہے جس کی بنیاد وحی ہے جو ہر قسم کی غلطی سے پاک ہے۔ حضور کی تعلیمات اور پاکیزہ زندگی اعلیٰ درجہ کی عقلی باتیں اور امور ہیں۔ وہ خلاف عقل نہیں۔ معاشرتی لحاظ سے بلند پایہ روایات ہیں۔ اخلاقی لحاظ سے اونچی سطح کی باتیں ہیں۔ آپ کی بتائی ہوئی تہذیب سب سے اعلیٰ ہے۔ آپ کی بتلائی ہوئی تعلیمات پر عمل سے ایک عجیب اور خوشگوار اور اطمینان والی زندگی وجود میں آجائے گی۔ آپ کی تعلیمات پر کسی قسم کا طعن صحیح نہیں اور نہ اس میں کوئی عیب ہے۔ اسلام کی تعلیمات پر اعتراض بھی صحیح نہیں۔ اسلام کی باتیں بڑی اعلیٰ ہیں۔ پراز حکمت اور بصیرت ہیں۔ اچھے نتائج کی حامل باتیں ہی بعض احکامات احتیاطی تدابیر پر مبنی ہیں۔ مثلاً سود سے بچنے کے لئے سود میں کاتب (کلرک) اور شاہد (گواہ) پر لعنت ہے۔ زنا سے بچنے کے لئے اجنبیہ کی طرف بلا ضرورت شرعی دیکھنا اور کلام منع ہے۔ چوری سے بچنے کے لئے کسی کی چیز بلا اجازت اٹھانا منع ہے۔

ان ضابطوں پر عمل پیرا ہونے سے اچھے اثرات کے علاوہ ایک بہترین نظام وجود میں آتا ہے۔ اسی طرح کسی کے گھر میں داخل ہونے سے قبل اجازت ضروری ہے۔ کسی کے گھر کے اندر جھانکنا منع ہے۔ اجنبی عورت کی طرف نہ دیکھو۔ اس کے ساتھ بلا ضرورت گفتگو منع ہے۔ اس کے ساتھ خلوت ممنوع ہے۔ اب یہ ایسے احکامات ہیں جن کے اثرات بڑے اچھے ہیں۔ جن لوگوں اور اقوام میں ان پر عمل نہیں وہاں اثرات اچھے مرتب نہیں ہوتے۔ بد اخلاقی کے واقعات اکثر رونما ہوتے ہیں۔ اسلام یہ احکامات لاگو کر کے کسی پر الزام نہیں لگاتا۔ نہ کسی پر بدگمانی کرتا ہے۔ لیکن حفظ ماتقدم کے تحت ایسا کرتا ہے۔ بجلی کے کرنٹ سے بچنے کے لئے کتنے حفاظتی اقدامات اور تدابیر ہیں۔ اگر ان تدابیر کی پابندی نہ ہو تو بجلی کا جھٹکا لگے گا تو موت واقع ہوگی۔ دنیا کے کسی محکمہ اور ادارہ میں اگر ایسے قواعد و ضوابط ہوں جس پر عمل کی وجہ سے چوری کا خطرہ نہ ہو۔ کوئی کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتا ہو۔ کوئی سفارش اور رشوت نہ چل سکتی ہو۔ تو لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اگر اس ادارہ کے ملازمین ہڑتال کر دیں کہ کیا ہم پر اعتماد نہیں۔ کیا ہم چور اور ڈاکو ہیں۔ بغیر کسی ضابطہ کے سارا نظام ہمارے حوالہ کر دو۔ تو اس

سے یہی کہا جائے گا کہ ہمیں آپ کی دیانت پر شبہ نہیں-آپ پر بدگمانی نہیں لیکن یہ ایک ضابطہ ہے تاکہ کسی کو کسی قسم کی بے اعتدالی کا موقع نہ ملے-اسی طرح اسلام سب سے بہترین ادارہ ہے-اس کے قواعد سب سے اعلیٰ اور بہترین ہیں-اس پر عمل سے دنیا جنت نظیر بن جاتی ہے-جن اداروں میں قواعد نہ ہوں-یا ان کی پابندی نہ ہو تو ملازمین اس کا ستیاناس کر دیتے ہیں-چوری ہوتی ہے-دھوکہ ہوتا ہے-رشوت اور سفارش زوروں پر ہوتی ہے-اصلاح کرنے والے ان کو مشورہ دیتے ہیں کہ نظام درست کرو-ورنہ افراتفری ختم نہ ہوگی-اگر اسلام کے ان اعلیٰ قوانین کے ہوتے ہوئے کوئی کہے کہ کیا میں شیطان ہوں-اتنا بے اعتماد ہوں کہ فوراً کسی جرم کا ارتکاب کرلوں گا-ایسا کہنا صحیح نہیں-اس لئے کہ نفس اور شیطان کبھی نیک نہیں بن سکتے-حفاظتی تدابیر نہ ہوں تو نفس اور شیطان آدمی کو ورغلا سکتا ہے-اگر ایک آدمی بجلی کے کام میں حفاظتی تدابیر اختیار نہ کرے تو جھٹکا ہی لگے گا تو قانون کی پابندی میں ہی خیر ہے-اس لئے ہر ادارہ اپنے لئے ایسے قواعد وضوابط وضع کرتا ہے-جس میں چوری، دھوکہ، خیانت اور رشوت وسفارش کے تمام راستے بند ہو جائیں-اس لئے اسلامی احکامات بھی ایسے ہی جن پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ہر قسم کی غلطیوں کے راستے بند کر دیے گئے ہیں-کسی محکمہ اور ادارہ میں مثلاً چوری وغیرہ ہو جائے تو تفتیش ہوتی ہے کہ آپ کے نظام پر عمل نہیں ہوا-آپ کا یہ نظام درست نہیں اس کو صحیح کرو-ورنہ یہ چوریاں ہوتی رہیں گی-

اسلامی احکامات ایسے ہیں جن کی وجہ سے نہ کسی کا عقیدہ خراب ہوتا ہے نہ اخلاق بگڑتے ہیں-نہ کوئی بدمعاملگی کر سکتا ہے-نہ کسی کو تکلیف ہوتی ہے-بلکہ ہر طرف خوشی چھا جاتی ہے-تو حضورؐ کو ساری دنیا کے راہنما ہیں-سب کے لئے بہترین نمونہ ہیں-دنیا میں بڑی بڑی تاریخی شخصیتیں گزری ہیں لیکن وہ کسی کے لئے نمونہ نہیں بن سکتی-اس لئے کہ نمونہ بننے کے لئے ضروری ہے کہ اس شخصیت کی مکمل زندگی ہر پہلو سے مستند طریقہ پر جب تک واضح نہ ہو جائے-اس وقت تک اس کی پیروی مشکل ہے-دنیا میں حضورؐ کی ذات صرف ایسی ہے کہ ان کی مکمل زندگی ہمارے سامنے موجود ہے-اس کی زندگی کا کوئی پہلو مخفی نہیں-اس کا عقیدہ ساری دنیا کے سامنے ہے کہ وہ عقیدہ توحید پر قائم تھا-آپؐ کے اخلاق بالکل ظاہر ہیں-حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں-کان خلقہ القرآن-قرآن ہی

آپ کے اخلاق ہیں-عقیدہ میں نمونہ-اخلاق میں نمونہ-آپ کی عبادات فرض ہو یا نفل سب سامنے ہے-نماز کیسے پڑھتے تھے-حج کیسے ادا کرتے تھے-روزہ کیسے رکھتے تھے-ذکر کیسے کرتے -تلاوت کیسے کرتے تھے-کتنی تلاوت کرتے تھے-حالات غم میں نمونہ تھے-آپ پر تنگی کی حالت آئیں، خوشی کی حالتیں آئیں، آپ کا کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، بولنا، سونا، رونا، ہنسنا اپنے پرائے سے تعلقات-گھر کی زندگی باہر کی زندگی-مسجد میں آنا جانا، کسی سے گفتگو کرنا، کسی کی بات سننا، مہمان سے ملنا، دشمن سے ملنا، جنگ لڑنا، صلح کرنا، مجرم کو سزا دینا، رفع حاجت کرنا، غرض عقیدہ اور عبادت سے لیکر پوری اسلامی ثقافت ہمارے سامنے رکھ دی-آپ کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں مکمل تعلیمات ہمارے سامنے نہ ہوں-اس لئے آپ کی ذات مکمل نمونہ ہے-تو نمونہ اسی وقت بنتا ہے جب شخصیت تاریخی ہو-اس کی زندگی مستند طریقے سے سامنے آئی ہو-اور ہر لحاظ سے مکمل ہو-یہ تمام صفات صرف آپ کی ذات والا میں ہے-آپ کی زندگی ہمارے پاس مستند طریقہ سے مکمل موجود ہے بلکہ صرف آپ کی زندگی کو مکمل اور مستند طور پر محفوظ رکھنے کے لئے امت نے اتنا اہتمام کیا ہے کہ آپ کے قول وفعل کو پوری دنیا تک پہنچانے والے پانچ لاکھ افراد کی زندگی کو بھی کتابوں میں محفوظ کر دیا-جو لوگ آپ کی مکمل زندگی اور تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانے میں واسطہ بنے ہیں-ان کی زندگی بھی محفوظ ہوئی-جس طرح ہمیں اپنے والد صاحب ہمارے دادا کے قصے سناتے ہیں کہ وہ کب اور کہاں پیدا ہوا -کیا کام کرتا تھا-کیسے شخصیت تھی-کیسے صحت تھی-کس سے پڑھا تھا-ہمارے دادا کے حالات ہم تک ہمارے والد کے ذریعے پہنچے-اسی طرح حضورؐ کی مکمل زندگی ہم تک بڑے اعلیٰ اور باوثوق ذرائع سے پہنچی ہے-حضورؐ اور ہمارے مابین وہ واسطے جنہوں نے حضورؐ کی مکمل زندگی ہم تک پہنچائی ہے-وہ کون تھے-کہاں پیدا ہوئے-کب پیدا ہوئے-کس سے پڑھا-اس کا ہم نام تو کوئی نہیں تھا-جھوٹ تو کبھی نہیں بولا-دھوکہ باز تو نہیں تھا-دماغ تو خراب نہ تھا-ہمیں اگر کوئی اپنے دادا کے قصے سنائے تو ہم قصہ سنانے والے کو جانچتے ہیں-کہ آیا اس نے اس کو دیکھا ہے اس نے کس سے سنا ہے-وہ سنانے والا کون تھا-ہمیں سنانے والا جاہل ہے-یا عالم اور سمجھدار قصہ گو اور دروغ گو تو نہیں-اپنے اپنے آباء کے قصے ہر ایک سے سننا نہیں چاہتے-اسی طرح ہم حضورؐ کی احادیث وتعلیمات ہر واسطہ سے نہیں

لیتے - بلکہ خوب چھان بین کے بعد لیتے ہیں۔ محدثین کو کوئی روایت کے بارے میں [illegible]
اس کی خوب خبر لیتے ہیں۔ ہر ایک کی حدیث کو قبول نہیں کرتے بلکہ امام بخاری [illegible]
ایک صاحب سے حدیث لینے گئے۔ وہ اپنے گھوڑے کو چال کے ذریعہ پکڑنا چاہتے تھے [illegible]
بھاگے ہوئے گھوڑے کے سامنے یوں دکھلائی جیسے اس میں گھاس ہے۔ امام بخاری نے [illegible]
کے ساتھ دھوکہ کرسکتا ہے۔ وہ حضورؐ کے اقوال کے ساتھ کیا وفا کرے گا۔ اب اندازہ لگائیں [illegible]
لاکھ افراد کی زندگی کو صرف اس لئے محفوظ کیا تاکہ ان کے ذریعہ اس ایک شخصیت کی پوری زندگی [illegible]
طریقہ سے محفوظ ہو کر سب کے لئے کامل نمونہ بن جائے۔

ہمارے لئے یورپ اور ان کی تاریخی شخصیات نمونہ نہیں۔ نہ کوئی اور غیر نمونہ ہے۔ بلکہ حضورؐ ہی اصل اور کامل نمونہ ہیں۔ صحابہ کرام اور دیگر قابل تقلید شخصیات حضورؐ کے اس کامل نمونہ میں داخل ہیں۔ صحابہ کرام کے پیچھے چلنا اور دیگر ائمہ مجتہد اور کامل اسلامی شخصیات دراصل حضورؐ کے کامل نمونہ کے مظاہر یا اجزاء ہیں۔ ان کی تقلید درحقیقت حضورؐ کے کامل نمونہ کو اختیار کرنا ہے۔ یورپ نمونہ نہیں۔ آج ہر بات میں یورپ کی نقالی اور تقلید ہے۔ حالانکہ عقاید، عبادات، معاملات، اخلاقیات، سیاسیات، معاشیات وغیرہ میں ہمارے لئے نمونہ حضورؐ کی ذات ہے۔ آج عقاید اور عبادات و اخلاق کی حیثیت تو مادہ پرستی کی وجہ سے ختم ہوگئی۔ سیاست اور معیشت سے چھٹکارا نہیں تھا تو اس میں تمام عالم اسلام نے یورپ کی تقلید شروع کردی۔ اگر کوئی کام اپنی حقیقت کے لحاظ سے اسلامی بھی ہو تو نام اور اصطلاح یورپ کی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج عالم اسلام ان کفار سے مغلوب، مجبور، مرعوب اور مقہور ہیں۔ بلکہ احساس کمتری کا شکار ہو کر ان کے ہر میدان میں محتاج بن گئے ہیں۔ تہذیب کسی زندگی کا ایک جز لاینفک ہے۔ عالم اسلام تقریباً مکمل طور پر ان کی تہذیب کو قبول کر رہا ہے۔ ان کے رنگ میں رنگے گئے ہیں۔ آج سب سے بڑا نقصان یہی ہوا کہ کفار کی تہذیب کو ہم نے اپنا لیا ہے۔ حالانکہ اسلامی تہذیب کی مثال نہیں ملتی۔ حضورؐ کی احادیث میں اسلامی تہذیب کے جو اعلیٰ اور قابل عمل نمونے ملیں دنیا اس کی نظیر نہیں پیش کرسکتی۔

دارالافتاء

غیر مسلم کے حقوق کی ادائیگی کا طریقہ کار

سوال۔ مسلمان کے حقوق کی ادائیگی [illegible]
[illegible]

[illegible]

الجواب وباللہ التوفیق

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کسی صاحب حق کے حقوق سے فراغت ذمہ کے لئے ادا یا [illegible] بنیادی ذریعہ ہے۔ جہاں کہیں مالک تک رسائی ممکن نہ ہونے کی صورت میں صدقہ کرنے کا حکم ہے [illegible] حد تک جان چھڑانے کے لئے ایک متوقع راستہ ہے۔ صدقہ کی صورت میں بھی اگر مالک آ کر اجازت نہ دے۔ تو دوبارہ ادائیگی ضروری ہے۔ اس میں بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ دنیا کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ خواہ یہ دنیا مسلمان کے پاس ہے یا کافر کے پاس۔ کسی کے حق کی صورت میں جب مالک تک رسائی نہ ہو تو صدقہ کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کو لوٹایا جائے اور اللہ تعالیٰ کے

Scanned with CamScanner

دربار میں ندامت کا اظہار ہو کہ اے اللہ میں نے غلطی کر کے تمہارے حقوق کی پامالی کی۔ مجھے معاف کیجئے۔ اور یہ مال میں واپس کرتا ہوں۔

حقوق العباد کی حق تلفی سے حق اللہ اور حق العبد دونوں متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ اللہ تعالی اپنی مہربانی سے ندامت قبول کر کے اس شخص کو اس سے راضی کرے۔ یہی وجہ ہے کہ مال حرام میں جب جان چھڑانے کے لئے یہ مال بلانیت ثواب خرچ ہو گویا وہ مال بندہ نے اللہ تعالی کو واپس کیا۔ لہذا مال حرام بلانیت ثواب دیا جاتا ہے۔ اس کے لئے قبول کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ مال غریب کے پاس بالواسطہ یعنی اللہ تعالی کے ذریعہ پہنچا ہے۔ اللہ نے اصل مالک ہو کر یہ مال واپس کیا۔ تو اس کی تطہیر ہو کر دوبارہ بندے کو پہنچا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مال اس بندے کو انسان نے نہیں بلکہ اللہ تعالی نے دیا ہے۔ جس میں کل یہ شخص رجوع نہیں کر سکتا ہے۔ تو آپ کے والد پر جب ہندو کا مال واجب الاداء ہو اور مالک یا اس کے ورثاء تک رسائی ممکن نہ ہو تو آپ یہ مال بغیر کسی ثواب کی نیت سے فقراء کو دیدیں۔ ممکن ہے کہ اس سے آپ کے والد کا ذمہ فارغ ہو۔ کیونکہ غریب کو بغیر ثواب کی نیت سے دینے میں یہ مال اللہ تعالی کو پہنچتا ہے۔ وہی اس کا مالک ہے۔

ونظیرہ مافی الھندیہ۔

كل لقطة يعلم انها كانت لذمى لا يبغى ان يتصدق ولكن يصرف الى بيت المال لنوائب المسلمين (ج ۲/ ۲۹۵)

ترجمہ۔ جس لقطہ کے بارے میں یقین ہو کہ یہ کسی غیر مسلم کا ہے تو ثواب کی نیت سے صدقہ کرنے کی بجائے بیت المال کو دیا جائے گا تاکہ مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ ہو۔ آج کل بیت المال کچھ اس طرح منظم نہیں جس میں غرباء اور مسلمانوں کی ضروریات کا خیال رکھا جائے تو بہتر یہ ہوگا کہ ثواب کی نیت کئے بغیر فقراء کو دیا جائے۔　　　　واللہ اعلم

اقامت کی نیت کا اعتبار

(الف) ایک شخص نوشہرہ میں قیام پذیر ہے۔ لیکن ملازمت پاکستان ٹوبیکو کمپنی اکوڑہ خٹک میں ہے۔ یہ

پس اگر نوشہرہ سے لاہور کے سفر کا ارادہ کر کے نکلے تو اکوڑہ خٹک میں ٹھہرتے وقت نماز میں قصر کرے گا یا نہیں؟ ایسا ہی واپسی پر یہ شخص اگر پی ٹی سی میں ڈیوٹی کے لئے اترے اور نوشہرہ نہیں گیا ہو تو گھر پہنچنے سے قبل ڈیوٹی کی جگہ مقیم متصور ہوگا یا مسافر؟

(ب) تشکیل کے دوران اگر کراچی لاہور جیسے بڑے شہر میں پچیس دن تک ٹھہرنا پڑے تو کیا اقامت کی نیت معتبر ہے یا نہیں جبکہ جماعت کی تشکیل میں مختلف مساجد میں یہ وقت گزارنا پڑتا ہے۔ کسی ایک مسجد میں تشکیل کی مدت پوری نہیں ہوتی ہے مقامی حضرات کے مشورہ سے مختلف محلہ جات جانا پڑتا ہے۔

بینوا توجروا

مولانا فضل گل حقانی

پی ٹی سی اکوڑہ خٹک

الجواب وباللہ التوفیق

محررہ حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف نوشہرہ میں وطن اقامت رکھتا ہے۔ اور پی ٹی سی اس کی جائے ملازمت ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ نوشہرہ سے اکوڑہ خٹک چودہ پندرہ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ لیکن اکوڑہ خٹک میں روزمرہ آمدورفت کی وجہ سے لاہور جاتے وقت مسافر ہونے کا شبہ ہے۔ کہ آخر کار ایسی جگہ سفر کیسے رہے۔ جہاں نوکری کے لئے ہر روز آنا جانا پڑتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ کسی جگہ محض کاروبار یا ملازمت کرنے کی وجہ سے اقامت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا ہے جب تک باقاعدہ اقامت کی نیت کر کے رہائش نہ ہو۔ رہائش کا مطلب فقہاء کے نزدیک وہ مقام ہے جہاں پر رات گزار دے۔ خواہ دن میں دوسری جگہ کاروبار کیوں نہ ہو۔ آج کل کے دور میں وسائل آمدورفت کی فراوانی اور سہولت کی وجہ سے دور دور تک لوگوں کا یومیہ آنا جانا ہوتا ہے۔ اس لئے موصوف نوشہرہ سے لاہور کے لئے عازم سفر ہو اور اکوڑہ خٹک میں ڈیوٹی کرنے کے بعد لاہور جاتا ہو تو اکوڑہ خٹک میں یہ شخص مسافر رہے گا۔ ایسا ہی واپسی پر اگر یہ شخص ڈیوٹی کے لئے اترے تو گھر پہنچنے سے قبل یہ شخص اکوڑہ خٹک میں مسافر رہے گا۔ سفر کے تحقق کے لئے یہ کافی ہے کہ یہ شخص گاؤں کی

حدود سے نکلے اور سفر کی انتہا کے لئے ضروری ہوگا کہ گاؤں کی حدود میں داخل ہو بلکہ وطن اقامت کی آبادی سے نکل کر اتنے قریب میں نماز کی ادائیگی پیش یقین ہو کہ اپنے گاؤں کی آبادی نظر آئے پھر بھی یہ شخص مسافر ہو کر قصر کرے گا۔ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں

والذی یظهر انه لابد من دخول المصر مطلقا لان العلة مفارقة البیوت قاصدا مسیرة ثلاثة ایام لا استکمال سفر ثلاثة ایام بدلیل ثبوت حکم السفر بمجرد ذلک فقد تمت العلة لحکم السفر فیثبت حکمه مالم تثبت علة الاقامة وروی البخاری تعلیقا ان علیا خرج فقصر وهو یری البیوت فلما رجع قیل له هذه الکوفة قال لاحتی ندخلها یرید انه صلی رکعتین والکوفة بمرای منهم الخ

(بحر الرائق ج ۲ / ۱۳۱)

ترجمہ۔ جو حقیقت عیاں ہے اس کی رو سے اقامت کے لئے گاؤں کی آبادی میں نفس داخلہ ہی کافی ہے کیونکہ سفر کی علت گاؤں کی آبادی سے تین دن کے سفر کی نیت سے نکلنا ہے۔ تین دن کے سفر کا پورا کرنا ضروری نہیں جب سفر کی علت پائی جائے تو اقامت کی علت موجود نہ ہونے تک سفر کا حکم جاری رہے گا امام بخاری نے حضرت علیؓ سے تعلیقا روایت کی ہے ایک دفعہ آپ کوفہ سے نکلے ابھی کوفہ دکھائی دے رہا تھا کہ آپ نے قصر پڑھی اور واپسی پر کوفہ دیکھتے ہوئے اس جگہ دو رکعات پڑھی کسی نے کہا یہ کوفہ ہے آپ نے جواب دیا نہیں جب تک ہم داخل نہ ہوں۔ یعنی کوفہ کو دیکھتے ہوئے آپ نے دو رکعات پڑھی۔

(۲) جہاں تشکیل ہو۔ اگر یہ شہر یا بڑا گاؤں ہو تو تمام ایک شمار ہو کر اقامت کی نیت معتبر ہوگی اگرچہ مختلف محلہ جات میں رہنا پڑے جبکہ کسی علاقہ میں تشکیل ہو کر مختلف دیہاتوں میں جانا پڑتا ہو تو ایسی صورت میں اقامت کی نیت کا اعتبار نہیں۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب کنز الدقائق میں ہے۔

لا بمکة ومنی

یعنی مکہ اور منی دونوں جگہوں میں اقامت کی نیت کر کے ایک جگہ شمار نہیں ہوگی ۔ بلکہ قصر کی نماز ادا کی جائے گی۔ علامہ ابن نجیم اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

الی لونوی الاقامة بمکة خمسة عشر یوما فانه لا یتم الصلوة لان اقامة لا تکون فی مکانین اذا لو جازت فی مکانین لجازت فی اماکن فیودی الی ان السفر لا یتحقق

(بحر الرائق ج ۲ / ۱۳۲)

ترجمہ۔ اگر مکہ اور منی دونوں جگہوں میں پندرہ دن رہنے کی نیت کی تو نماز پوری نہیں کرے گا کیونکہ دو جگہوں میں اقامت کی نیت معتبر نہیں۔ اگر دو جگہوں میں اقامت معتبر ہو تو پھر متعدد جگہوں میں اغیار رہنے کے لئے کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں یوں پھر سفر کا تحقق نہیں رہے گا۔

کتاب کا نام: معارف القرآن

تالیف: حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ۔

ناشر: قاضی محمد احمد الحسینی دار الارشاد اٹک شہر۔

حافظ احسان الرحمٰن عثمانی۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کرہ ارض پر قرآن مجید فرقان حمید جیسی مخدوم کتاب کی ہمسری کسی دوسری کتاب کو نصیب نہیں ہوئی ۔ کیونکہ جملہ علوم وفنون کا اصل سرچشمہ اور منبع کتاب اللہ ہی ہے۔ اور قول فیصل ہے کہ

جمیع العلوم فی القرآن
لکن تقاصرت عنه افهام الرجال

اور کیوں نہیں ہوگا جس کا کلام کا متکلم حقیقی خود خالق کائنات اور سامع اول رحمت کائنات ہو اور نزول میں جبرائیل امین کا جیسا نمایاں کردار ہو۔ جس سے کتمان وتقطیع کا امکان بھی نہیں رہتا۔ تمام علوم کا مال اور منتہائے نظر کلام اللہ سے وابستگی اور اس کے جملہ علوم ومعارف رموز واسرار پر آگاہی ہے۔ اور اس مقصد کے لئے دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک بے شمار تفاسیر منصۂ شہود پر آ گئیں۔ جو کہ اب بھی علوم القرآن کی ناکافی کی صداء بلند کر رہی ہیں۔ شیوخ التفسیر اور علوم القرآن پر عبور رکھنے والے ہمارے اکثر حضرات سلف نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق حالات کے تناظر میں اس مذکورہ موضوع پر نہایت بسط وتفصیل سے کام کیا ہے۔

Scanned with CamScanner

زیر نظر کتاب معارف القرآن بھی اس سلسلے کی ایک احسن کڑی ہے۔ وقت کے عظیم مفسر امام الزاہدین حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی کے شاہکار تالیفات میں شامل ہے۔ جس طرح کہ نام سے ظاہر ہے یقیناً اسم باسمی کا واضح مصداق ہے۔ اس جیسی نام پر دو معتبر تفاسیر اور بھی منظر عام پر موجود ہیں۔ لیکن حضرت موصوف کے تبحر علمی اور قران فہمی کا ذوق معارف القرآن کے اوراق میں ہی ودیعت ہے۔ جس کے ہر سطر میں معرفت علوم قرآنی کا راز مضمر ہے۔

پوری قران کی تفسیر اگر چہ کتاب ھذا کا محور نہیں رہا لیکن متعلقات قرانی کی یکجائی دیگر منتشر صفحات سے عصر حاضر کا ایک محتاج الیہ اور تحقیق کے حامل موضوع ہے۔ جس کے لئے معارف القرآن کا یہ گراں قدر سرمایہ (ما صغر حجمه وكبر علمه) کے سوا اور کچھ نہیں۔

ابتداء میں قرآنی مضامین کو تلخیص کی شکل میں لانا خصوصاً اصول تفسیر جو کہ یقیناً علم تفسیر کے لئے ایک سیڑھی کے بمنزلہ ہے، کی وضاحت قرآن وحدیث ہی کی روشنی میں بسط و تفصیل سے توجہ قاری بنا دیا ہے۔ تفسیر کا تاریخی پس منظر جس میں پہلی صدی سے لیکر تا حال برصغیر کے نامور مفسرین متعدد تفاسیر کا ایک اجمالی خاکہ موجود ہے۔ تدبر فی القرآن کا مقصود مع امثلہ بھی تفسیر ہذا کا ایک نقد ثمرہ ہے۔

علاوہ ازیں ان تمام فاضلانہ تحقیق کے ہوتے ہوئے علم تفسیر کا ایک اہم حصہ اور نہایت توجہ کا مستحق موضوع مشکلات القرآن ہے۔ جو کہ علماء کرام کے ہاں پیچیدگی کا باعث ہے۔ حضرت والا نے ان کا حل ایک بے تکلف مگر انتہائی پر فہم لہجے میں دیگر معتبر تفاسیر کے حوالے سے اسہل بنا دیا ہے۔ جو کہ ایک گراں قدر علمی عطیہ ہے۔ اور آخر میں قرآنی علوم کے افہام و تفہیم کے بعض اہم پہلو حفظ کلام اللہ کے لئے ایک خاص تدبیر بھی زینت کتاب ہے۔

حق تعالی مقبولیت عامہ سے نوازے اور حضرت مولف کے لئے اپنی مرقد میں توجہات ربانی کا ذریعہ اور وسیلہ ثابت فرمائے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مذہبی رواداری

مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان قاسمی۔ پشاور ☆

اسلام مذہبی رواداری، اعتدال اور عدم تشدد کا [illegible] نیا کا پہلا مذہب ہے۔ جس نے ہمیشہ نہ صرف یہود و نصاریٰ کے ساتھ بلکہ مجوس و مشرکین [illegible] ھ بھی رواداری کا سلوک برتا ہے۔ بدقسمتی سے اہل مغرب نے ہمیشہ اسلام اور ہادیٔ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بے جا الزامات کے ذریعہ بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس بات کا اعتراف خود انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار لفظِ ''محمد'' کے تحت کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"Few great men have been so maligned as Muhammad. Christians Scholars of medieval Europe painted him as an impostor, a lecher, and a man of blood. A corruption of his name, "Mahound" even came to signify the devil " (1)

''بہت کم بڑے لوگوں کو اتنا زیادہ بدنام کیا گیا ہے جتنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بدنام کیا گیا ہے۔ قرون وسطیٰ کے یورپ کے مسیحی علماء نے ان کو فریبی، عیاش اور خونی انسان کے روپ میں پیش کیا۔ حتیٰ کہ آپ کے نام کا ایک بگڑا ہوا تلفظ مہاونڈ (نعوذ باللہ) شیطان کے ہم معنی بنا دیا گیا ہے۔''

مسلمانوں کو آج کل ایک طعنہ بنیاد پرستی (Fundamentalism) کا دیا جاتا ہے۔ حالانکہ بنیاد پرستی کی ابتداء آج سے تقریباً ایک صدی پہلے خود عالم عیسائیت نے کی ہے۔ مشہور برطانوی مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ " The Battle for God " میں رقمطراز ہیں۔

''ولیم بیل ریلے نے ۱۹۱۹ء میں امریکی ریاست فلاڈیفیا میں ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد کی جس میں تمام پروٹسٹنٹ فرقوں سے تعلق رکھنے والے چھ ہزار قدامت پسندوں نے شرکت کی اور ''ورلڈ کرسچین فنڈا منٹلز ایسوسی ایشن'' (WCFA) کو باقاعدہ طور پر قائم کیا گیا۔ اس کے فوری

بعد ریلے نے چودہ مقرروں اور انجیل گانے والوں کے ایک طائفے کے ساتھ پورے امریکہ میں اٹھارہ شہروں کا ایک انتہائی منظم دورہ کیا---- ریلے نے کہا کہ یہ محض کوئی الگ تھلگ جنگ نہیں بلکہ ''یہ تو ایک لامختتم جنگ ہے''(۲)

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں اس کا اعتراف مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"Fundamentalist and Evangelical comprise a mixed group of theologically conservative communions that stress the full, and often verbal, inspiration of the Bible and its complete authority over faith and practice" (3)

'' بنیاد پرست اور مقدس انجیلی مبلغین ایک ایسے گروہ پر مشتمل ہے جو مذہبی قدامت پرستی کے تانے بانے سے بنا ہے یہ گروہ زیادہ تر کتاب مقدس بائیبل (انجیل) کے لفظی معنیٰ اور اس کے ٹھیٹ عمل پر زور دیتا ہے''۔

دوسری بنیاد پرست تنظیم یہودی پارٹی '' اگودات اسرائیل '' (اسرائیل کا اتحاد = Agudat Israil) کی تھی۔ یہ ۱۹۱۲ء میں مسنیکڈی اور گر کے ہیسیڈم نے قائم کی تھی۔ ۷۰ء سے لے کر اس وقت تک اٹھارہ صدیوں بعد پہلی مرتبہ یہود متحد ہوئے تھے۔ اس تنظیم نے توراۃ کی اساس پر ایک الٰہی ریاست کی تشکیل کا نظریہ اور اس کیلئے عملی جدوجہد شروع کی تھی۔(۴)

جہاں تک انتہاء پسندی کا تعلق ہے تو اس کی ایک بنیادی وجہ اصل الٰہی تعلیمات کو بگاڑنا اور اپنے پیغمبروں کے مقدس مشن اور راستے سے انحراف ہے۔ اگر یہود و نصاریٰ اپنے اپنے دین میں تحریف نہ کرتے تو آج آسمانی مذاہب والے کم از کم بنیادی آسمانی عقائد پر متفق ہوتے۔ مولانا عبدالکریم پاریکھ اپنی کتاب ''یہودیت ۔۔۔قرآن کی روشنی میں'' میں مذہبی انتہاء پسندی کے اسباب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں تحریف کی۔ جس کی وجہ سے اعلیٰ تعلیمات معدوم ہوگئیں اور حق و باطل کی آمیزش ہوگئی۔ اگر یہود و نصاریٰ اس فعل قبیح کا ارتکاب نہ

کرتے تو آج آسمانی مذاہب والے بنیادی آسمانی تعلیمات پر متفق ہوتے۔(۵)

مذہبی انتہاء پسندی کی دوسری وجہ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ پیغمبر آخر ﷺ کا انکار کرتے ہیں جبکہ مسلمانوں کے ہاں حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰؑ سمیت تمام سابقہ انبیاء پر ایمان لانا فرض ہے۔ اگر وہ بھی پیغمبر آخر کو تسلیم کر لیتے جیسے کہ ان کی آسمانی کتب میں تصریحات اور پیشگوئیاں موجود ہیں تو اصلاح کی راہ نکل آتی (۶)

یہود و نصاریٰ الٰہی احکام کو پس پشت ڈال کر خود اپنے دین کے ٹھیکدار بن گئے تھے۔ تحریف و تبدیل کی حد کرنے کے علاوہ انہوں نے اپنے مذہبی پیشرؤوں کو بے حد مذہبی اختیارات دیئے تھے یہاں تک کہ عیسائیت میں گناہوں کا بخشنا اور جنت و دوزخ الاٹ کرنا پادریوں کا کام بن گیا تھا۔

چودھری غلام رسول ''مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ'' میں لکھتے ہیں۔

''عیسائیوں کا پوپ سے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ وہ خدا کا نائب اور عیسیٰ کا قائم مقام ہے اس کا نہ کوئی فیصلہ غلط ہوسکتا ہے نہ اس کے کسی حکم پر تنقید کی جاسکتی ہے وہ گناہگاروں کے گناہ معاف کرسکتا ہے۔ اس عقیدے نے آہستہ آہستہ معافی ناموں (Indulgences) کی صورت اختیار کر لی۔ معافی نامے عام بکنے شروع ہوگئے۔ شہر شہر' قریہ قریہ معافی ناموں کی ایجنسیاں قائم کردی گئیں۔ ہر گناہ کیلئے الگ قیمت کا معافی نامہ ہوتا تھا۔ ان معافی ناموں کو خرید کر نہ صرف زندہ لوگ اپنے گناہ معاف کرواتے تھے بلکہ اپنے فوت شدہ والدین کے گناہوں کی بخشش کیلئے بھی خریدے جاتے تھے۔ مغفرت نامے فروخت کرنے والے گلی کوچوں میں آواز لگا کر فروخت کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب معافی ناموں کی تجارت عام ہوگئی تو تمام مسیحی یورپ اور کلیساء خاص طور پر گناہوں اور جرائم کی دلدل میں پھنس گیا''۔(۷)

عیسائیت کی یہی وہ انتہاء پسندانہ باتیں تھیں جن کے خلاف مذہب عیسائیت میں مارٹن لوتھر ایک مصلح کی حیثیت سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جس کے ردعمل کے طور پر ۲۸۶ مذہبی علماء کو زندہ جلا دیا گیا تھا اور تقریباً ایک لاکھ افراد کو لقمہ اجل بنا دیا گیا تھا۔

تاریخ انسانیت میں یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ کوئی مذہب یا نظریہ تلوار کے بغیر نہیں پھیلا۔ گویا تلوار

Scanned with CamScanner

اور جنگ غلبہ دین اور افکار ونظریات کی ترویج کیلئے ایک ضروری چیز رہی ہے مگر اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے جنگ کے اصول مقرر کئے۔ ورنہ اسلام سے قبل دیگر مذاہب والے مفتوحہ اقوام پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتے تھے اس کی کچھ مثالیں اس مضمون میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے دورِ جاہلیت کے تمام وحشیانہ جنگی طریقوں کو منسوخ کر دیا اور ایسے قوانین نافذ فرمائے جو آج بھی احترام آدمیت کا درس دیتے ہیں۔ ان قوانین کے مطابق جنگ کے دوران عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے قتل، عبادت گاہوں اور فصلوں کی تباہی و بربادی اور دشمنوں کے ہاتھ، ناک کان وغیرہ کاٹنے پر پابندی لگادی گئی۔(۸) رسول اکرم ﷺ کی وسعت ظرفی اور دوسروں کو برداشت کرنے کی اعلیٰ ترین مثال یہود کے مقدس مقام کوہ سینا (مصر) کے ساتھ عیسائیوں کا کلیساء "سینٹ کیتھرائن" کی حفاظت اور عیسائیوں کے حقوق کے بارے میں ایک نامہ مبارک تحریر فرمانا ہے۔ حُسنِ اتفاق سے آج تک یہ کلیساء موجود ہے اور اس کے ساتھ ہی تاریخ میں آپ ﷺ کا نامہ مبارک بھی اصل حالت میں موجود ہے۔

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی اپنی کتاب رسول اکرم ﷺ اور رواداری میں رقمطراز ہیں۔

"۶۲۷ء میں پیغمبر اسلام ﷺ نے سینٹ کیتھرائن متصل کوہ سینا کے راہبوں اور تمام عیسائیوں کو پوری آزادی اور وسیع حقوق عطا کئے اور مسلمانوں کو تاکید کی کہ وہ

۱) عیسائیوں کے گرجاؤں، راہبوں کے مکانوں اور نیز زیارت گاہوں کو ان کے دشمن سے بچائیں۔
۲) تمام مضر اور تکلیف رساں چیزوں سے پوری طور پر ان کی حفاظت کریں۔
۳) ان پر بے جا ٹیکس نہ لگایا جائے۔
۴) کسی کو اپنی حدود سے خارج نہ کیا جائے۔
۵) کوئی عیسائی اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے۔
۶) کسی راہب کو اپنی خانقاہ سے نہ نکالا جائے۔
۷) کسی زائر کو اپنی زیارت سے نہ روکا جائے۔
۸) مسلمانوں کے مکان اور مسجد بنانے کی غرض سے عیسائیوں کے گرجے مسمار نہ کئے جائیں"(۹)

اسلام نے تلوار کی زد کو میدان جنگ میں محض برسرِ پیکار افراد تک محدود رکھا اور دوسرے لوگوں سے تعرض نہ کرنے کی تاکید کی ہے۔ ڈاکٹر خالد علوی "انسان کامل" میں لکھتے ہیں۔

"محاربین (Belligerents) کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک اہل قتال (Combatants) اور دوسرے غیر اہل قتال (Non- Combatants)۔ اہل قتال وہ ہیں جو عملاً جنگ میں حصہ لیتے ہیں یا عقلاً و عرفاً حصہ لینے کی قدرت رکھتے ہیں یعنی جوان مرد۔ اور غیر اہل قتال وہ ہیں جو عقلاً و عرفاً جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے یا عموماً نہیں لیا کرتے مثلاً عورتیں، بچے، بوڑھے، بیمار، زخمی، اندھے، مقطوع الاعضاء، مجنون، سیاح، خانقاہ نشین، زاہد، معبدوں اور مندروں کے مجاور اور ایسے ہی دوسرے بے ضرر لوگ۔ اسلام نے (دورانِ جنگ) طبقہ اول کے لوگوں کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور طبقہ دوم کے لوگوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے"۔

وہ مزید لکھتے ہیں

"خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب فوجیں شام کی طرف روانہ کیں تو ان کو دس ہدایات دیں۔ وہ ہدایات اسلامی تعلیمات جنگ کا ملخص ہیں۔ وہ ہدایات یہ ہیں۔ (۱) عورتیں، بچے اور بوڑھے قتل نہ کئے جائیں۔ (۲) مُثلہ (اعضاء کا کاٹنا) نہ کیا جائے۔ (۳) راہبوں اور عابدوں کو نہ ستایا جائے اور نہ ان کی عبادت گاہیں مسمار کی جائیں (۴) کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے اور نہ کھیتیاں جلائی جائیں۔ (۵) آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔ (۶) جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔ (۷) بدعہدی سے ہر حال میں احتراز کیا جائے۔ (۸) جو لوگ اطاعت کریں ان کی جان و مال کا وہی احترام کیا جائے جو مسلمانوں کی جان و مال کا کیا جاتا ہے۔ (۹) اموالِ غنیمت میں خیانت نہ کی جائے۔ (۱۰) جنگ میں پیٹھ نہ پھیری جائے۔ (۱۰)

۱۶ھ/۶۳۷ء میں جب مسلمانوں نے پہلی مرتبہ بیت المقدس کو فتح کیا تو حضرت عمرؓ نے انتہائی رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل امان نامہ لکھ کر دیا تھا

"یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمرؓ نے ایلیاء کے لوگوں کو دیا۔ یہ امان ان کی جان، مال، گرجے، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام اہل مذاہب کیلئے ہے۔ ان کے گرجوں میں نہ

Scanned with CamScanner

سکونت اختیار کی جائے گی نہ وہ گرائے جائیں گے۔اور نہ ان کو اور ان کے احاطوں کو نقصان پہنچایا جائیگا۔ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔نہ مذہب کے معاملہ میں ان پر جبر کیا جائے گا۔نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا''۔(۱۱)

اسلام میں ہر مذہب کے ماننے والوں کو پرسنل لاء اور کلچر میں آزادی دی گئی ہے۔ابو عبیدہ کتاب الاموال میں تحریر فرماتے ہیں۔

هُمْ اَحْرَارٌ فِیْ شَهَا دَا تِهِمْ وَمُنَا کَحَا تِهِمْ وَمَوَا رِيْثِهِمْ وَجَمِيْعِ اَحْكَا مِهِمْ (۱۲)

'' یعنی یہ لوگ اپنی شہادت کے احکام' نکاح کے معاملات' وراثت کے قوانین اور دوسرے تمام مذہبی احکام میں آزاد ہوں گے''۔

اسلام میں دوسرے مذاہب' ان کے مذہبی پیشواؤں اور عبادت خانوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔

امام ابو یوسف'' کتاب الخراج میں فرماتے ہیں

لَا يُهْدَمُ لَهُمْ بِيْعَةٌ وَلَا يُمْنَعُوْنَ مِنْ ضَرْبِ النَّوا قِيْسِ اِلَّا فِیْ اَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ وَلَا مِنْ اِخْرَاجِ الصُّلْبَانِ فِیْ يَوْمِ عِيْدِهِمْ (۱۳) ''یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانے نہ گرائے جائیں یہ لوگ ناقوس بجانے سے نہ روکے جائیں البتہ نماز کے اوقات مستثنیٰ رہیں گے۔اور ان کو ان کی عید کے دن صلیب نکالنے سے نہ روکا جائے''

خنزیر اور شراب کے اسلام میں سخت حرمت کے باوجود یہ حکم رکھا گیا کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کے خنزیر یا شراب کو ضائع کرے گا تو وہ اس کا تاوان بھرے گا۔(۱۴)

اسلام کے ان احکام اور عادلانہ وفراخدلانہ اقدامات کو دیکھ کر مستشرقین اسلامی رواداری کے اعتراف پر مجبور ہو گئے۔چنانچہ فرانسیسی مستشرق موسیو سیڈلیٹ (M.Sedillet) ''خلاصہ 'تاریخ عرب'' میں لکھتا ہے۔

'' جو لوگ اسلام کو وحشیانہ مذہب کہتے ہیں ان کے ضمیر کے تاریک ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ وہ ان صریح علامات کو نہیں دیکھتے جن کے اثر سے عربوں کی وہ تمام بری خصلتیں مٹ گئیں جو مدت دراز سے سارے ملک میں رائج تھیں۔انتقام لینا' خاندانی عداوت کو جاری رکھنا' کینہ پروری اور جور وظلم'

دختر کشی وغیرہ جیسی مذموم رسومات کو قرآن نے مٹا دیا۔ان میں سے اکثر چیزیں پہلے بھی یورپ میں تھیں اور اب بھی ہیں (۱۵)

پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ (T.W.Arnold) اپنی کتاب " The Preaching of Islam" میں اعتراف کرتا ہے۔

''اگر اسلام جلوہ گر نہ ہوتا تو دنیا شائد زمانہ دراز تک انسانیت' تہذیب اور شائستگی سے روشناس نہ ہوتی یہ امر واقع ہے کہ آج دنیا میں مساوات' امدادِ باہمی' علمی جدوجہد اور نوع انسانی کے ساتھ ہمدردی کی جو تحریکیں جاری ہیں وہ سب کی سب اسلام ہی سے مستعار لی گئی ہیں۔اسلام نے جلوہ گر ہو کر حکومتی نظاموں کا ڈھانچہ بدل دیا۔دنیا کے اقتصادی نظام میں انقلاب برپا کر دیا۔اسلام نے ایک ایسا مکمل نظام حیات پیش کیا جو مسلمانوں ہی کیلئے نہیں بلکہ ساری دنیا کیلئے ایک رحمت ثابت ہوا۔یہ ایسی خوبیاں ہیں جن کے سامنے نہ صرف میری بلکہ ہر انصاف پسند انسان کی گردن جھک جانی چاہئیے''(۱۶)

دشمنان اسلام' اسلام کے بارے میں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔حالانکہ اسلام بلند اخلاق وکردار اور دل کو موہ لینے والے انسانی اقدار کے ذریعہ پھیلا ہے۔تاریخ میں کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ اسلام کو کسی پر زبردستی ٹھونسا گیا ہو۔اس کے بالمقابل عیسائیت کے بزورِ بازو پھیلانے کے شواہد موجود ہیں۔مولانا مودودی نے اپنی کتاب ''نصرانیت۔۔قرآن کی روشنی میں'' میں تفصیل سے لکھا ہے کہ عیسائی بادشاہ تھیوڈوسیوس نے غیر مسیحی عبادت کو موجبِ سزائے موت قرار دیا تھا۔اس نے مندروں کو توڑنے' ان کی جائیداد ضبط کرنے اور عبادت کے سامانوں کو مٹانے کا حکم دیا تھا۔مصر کے آرچ بشپ تھیوفیلوس نے خاندان بطالسہ کا عظیم الشان کتب خانہ نذرِ آتش کر دیا تھا۔ اس کے بعد مولانا مودودی لکھتے ہیں'' ان مظالم کا نتیجہ یہ ہوا کہ بت پرست رعایا نے تلوار کے خوف سے اس مذہب کو قبول کر لیا جس کو وہ دل سے پسند نہیں کرتی تھی۔بددل اور بے اعتقاد پیروؤں سے مسیحی کلیسا بھر گئے۔ ۳۸ برس کے اندر روم کی عظیم الشان سلطنت سے وثنیت (بت پرستی) کا نام و نشان مٹ گیا اور یورپ' افریقہ اور شرق اردن میں تلوار کے زور سے مسیحیت پھیل گئی''۔(۱۷)

Scanned with CamScanner

اس کے بالمقابل ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے "The Preaching of Islam" میں کھلے دل سے اعتراف کیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ اخلاق وکردار کے زور سے پھیلا ہے۔ نیز مسلمانوں نے غیر مذہب والوں کو ہر جگہ مذہبی آزادی دی ہے۔ انہوں نے تفصیلاً لکھا ہے کہ کس کس جگہ عیسائی اقلیت میں اور مسلمانوں کے زیردست تھے۔ جنہیں بڑی آسانی سے بزورِ بازو مسلمان بنایا جاسکتا تھا مگر مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا۔ اگر کسی جگہ بادشاہوں نے اس کا ارادہ بھی کیا تو مسلمان مفتیوں نے ان کو اس ارادے سے باز رکھا ہے''۔(۱۸)

وہ مزید اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ اعتراف کرتا ہے۔

''کوئی مذہب اسلام کی طرح روادار اور صلح کل نہیں ملے گا جس نے دوسروں کو اس طرح مذہبی آزادی دی ہو۔۔۔۔رواداری مسلمانوں کی طبیعت کا ایک محکم خاصہ اور مکمل مذہبی آزادی ان کے مذہب کا دستور العمل رہا ہے''۔(۱۹)

مذہب وعقیدہ کی آزادی کے تحت ''اسلام اور بین الاقوامی تعلقات'' کے مؤلف عبدالحمید احمد ابوسلیمان رقمطراز ہیں کہ عام نوع انسانی کے ساتھ تعلقات کے معاملہ میں اصولی اندازِ فکر کا قرآن وسنت کے اندر محبت، حسن سلوک، حلم وشرافت اور محافظت کے الفاظ میں اظہار کیا گیا ہے۔۔خود رسول اللہؐ کے بارے میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دوستانہ رویہ رکھنے والے نجران کے عیسائی قبائل کے ساتھ جزیہ کا معاہدہ اور مدینہ کے یہودی قبائل کے ساتھ امن وتعاون کا معاہدہ طے کیا۔ دوسری طرف آپ ﷺ نے انہی یہودیوں کے بعض قبائل کے خلاف جنگ لڑی جو مسلمانوں کو تباہ کرنے کیلئے کوشاں تھے یہ معرکے حالات کی مجبوریوں اور تدبیری ضروریات کے تحت ہوئے تھے(۲۰)

اسلام کی رواداری کی ایک زندہ مثال یہ ہے کہ جو لوگ مسلمان ہوئے وہ اپنے اسلام پر دل سے قائم ودائم رہے۔ وقار احمد ''غزوات سرورِ عالم ﷺ'' میں لکھتے ہیں ''اسے آپ ﷺ کی قیادت کا اعجاز نہیں تو اور کیا کہا جائے کہ سوائے خیبر (یہود) کے جس شہر اور جس قبیلہ کو آپ ﷺ نے فتح کیا وہ جان نثار اور معتقد بن گئے۔ یہ یقیناً اس لئے تھا کہ اسلام کی جنگیں ان کے قتل وغارت کیلئے نہیں بلکہ ہدایت وفلاح کیلئے ہوتی تھیں۔ اور آپ ﷺ ہر فاتح کی طرح حریف کے درپے آزار

ہونے کے بجائے ان کے ہمدرد ہوتے تھے۔(۲۱)

عیسائی مؤرخین نے ہمیشہ آپ ﷺ کے بارے میں انتہائی تعصب سے کام لیا ہے۔

سر تھامس کارلائل (Sir Thomas Carlyle) وہ پہلے عیسائی محقق ہے جس نے تعصب سے ہٹ کر انصاف کی نظر سے اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کا بغور مطالعہ کیا اور اس نے ۱۸۴۰ء میں مشاہیر عالم پر اپنی مشہور زمانہ کتاب "Heros and Hero-worship" لکھی۔ اس میں ایک مقالہ حضرت محمد ﷺ اور اسلام سے متعلق ہے۔ انہوں نے اسلام کا تلوار کے ذریعہ پھیلنے کو بڑی منطقی انداز سے رد کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''اسلام کیلئے تلوار بے شک استعمال ہوئی تھی مگر سوال یہ ہے کہ یہ تلوار آئی کہاں سے تھی؟'' ان کا مقصد ہے کہ تلوار چلانے والوں کو آخر کس چیز نے مجبور کر کے مسلمان کیا تھا۔ وہ تو کم از کم اپنی رغبت سے مسلمان ہوئے تھے۔ تو جو مذہب ابتداً خالص اخلاق و کردار کے زور سے پھیلا اگر بعد میں تلوار استعمال ہوئی بھی ہے تو یہ انقلابات کے داغ بیل ڈالنے کیلئے لازمی امر ہے۔ آگے تحریر کرتے ہیں ''ایک لحاظ سے تو ہمیں اپنے عیسائی مذہب کا دامن بھی خون کے دھبوں سے پاک نظر نہیں آتا۔ جب اس کے ہاتھ میں تلوار آئی تو استعمال بھی ہوئی'' (۲۲)

پروفیسر آرنلڈ اسلام کی اشاعت کی وجوہ واسباب بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''مسلم مجاہد کی وہ خیالی تصویر بھی حقیقت سے بہت دور ہے جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن دکھایا گیا ہے۔ اسلام کی صحیح روح کا مظہر وہ مسلمان مبلغ تاجر ہیں جنہوں نے نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے دین کو روئے زمین کے ہر خطے میں پہنچایا ہے''(۲۳) واضح رہے کہ ''مسلمان مجاہد کی خیالی تصویر جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن ہے'' سے راقم کے خیال میں پروفیسر آرنلڈ کا اس طرف اشارہ ہے کہ امریکی اعلیٰ ترین عدالت ''سپریم کورٹ'' میں جہاں ۱۹۳۳ء سے عام سیشن ہو رہے ہیں۔ تاریخ عالم کی عظیم قانون دہندہ ہستیوں کو ایک تصویر میں دکھایا گیا ہے۔ اس تصویر میں پیغمبر اسلامؐ کو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار پکڑے دکھایا گیا ہے۔ مسیحی دنیا کے تعصب بھرے اس نظریے کی حامل یہ تصویر تا حال نصب ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔(۲۴)

Scanned with CamScanner

عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کرنے والوں کے بارے میں پروفیسر آرنلڈ لکھتے ہیں۔

''اس عام خیال کو قبول کرنا دشوار ہے کہ ان عیسائیوں میں اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے اور ہم اس بات پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ جبر و اکراہ کی بجائے دوسرے اسباب کو تلاش کریں جو ان کے تبدیلیٔ مذہب کا موجب بنے'' (۲۵)

مفتوح اور زیرنگین آنے والوں کے ساتھ پیغمبر رحمت ﷺ کا کیا سلوک رہا ہے ؟

فتح مکہ کے دن مسلمانوں پر سابقہ مصائب و آلام کے پہاڑ توڑنے والوں کے بارے میں انسان کے فطری انتقامی جذبہ کے تحت انصار کے علمبردار حضرت سعد بن عبادہؓ کے منہ سے یہ کلمات نکل گئے تھے اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَةِ ... الیوم تَسْتَحِلُّ الْکَعْبَة ۔ ''آج قتل و قتال کا دن ہے اور آج خانہ کعبہ میں بھی خون بہایا جائے گا''۔ اس کے جواب میں پیغمبر رحمت ﷺ نے فرمایا کَذِبَ سَعْدٌ ۔۔۔ اَلْیَوْمَ یَوْمُ الرَّحْمَةِ سعد نے غلط کہا ۔۔۔ آج تو رحم و کرم، عفو و درگزر اور عام معافی کا دن ہے (۲۶)

برطانوی مصنفہ کرن آرمسٹرانگ نے سیرت طیبہ پر ایک قابلِ قدر کتاب لکھی ہے۔ وہ اپنی کتاب

"Muhammad a Western Attempt to Understanding Islam "

میں اس تاریخی اور نا قابل تردید حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتی ہیں۔

" Muhammad....Founded a Religion and a Tradition that was not based cultural on the sword,despite the western myth,and whose name Islam,signifies peace and reconciliation "(27)

''محمد ﷺ ایک ایسے مذہب اور تہذیب کے بانی تھے جس کی بنیاد تلوار پر نہ تھی۔ مغربی پروپیگنڈے اور افسانہ کے باوجود اسلام کا نام امن اور صلح کا مفہوم رکھنے والا ہے''

تاریخ عالم پر نگاہ رکھنے والا کوئی بھی انصاف پسند آدمی جب عالمی جنگوں اور اس کے نتیجہ میں واقع ہونے والی ہلاکتوں کا مقابلہ آنحضرت ﷺ کے غزوات کے ساتھ کرتا ہے اور واقعہ کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے تو انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ چنانچہ فتنہ تاتار میں دس لاکھ افراد بے دردی سے تہہ تیغ کیے

گئے۔ روسی انقلاب نے انیس لاکھ افراد کو نگل لیا۔ پہلی جنگ عظیم میں ایک کروڑ کے قریب اور دوسری جنگ عظیم میں پانچ کروڑ کے قریب افراد ہلاک ہوئے۔ جبکہ رسول اکرم ﷺ کی تمام حیاتِ طیبہ میں ۲۷ غزوات ہوئے یعنی وہ جہاد جن میں آپ بنفس نفیس شریک ہوئے اور ۵۶ سرایا ہوئیں یعنی وہ جہاد جن میں صحابہؓ کو بھیجا اور خود شریک نہیں ہوئے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تحقیق کے مطابق جو انہوں نے اپنی کتاب ''رحمۃ للعالمینؐ '' میں کی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں تمام غزوات و سرایا میں مسلمان شہداء کی کل تعداد ۲۵۹ ہے جبکہ کافر مقتولین کی تعداد ۷۵۹ ہے۔ مسلمان اور کافر تمام مقتولین کا مجموعہ ۱۰۱۸ بنتا ہے (۲۸)

ان گنے چنے افراد کے کام آنے پر دنیا کا وہ عظیم الشان انقلاب برپا ہوا جس کی کرنیں آج تک چار دانگ عالم میں ضوء فشاں ہیں۔ باقی انقلابات نے کروڑوں افراد کی جانیں لے کر کچھ بھی اثرات مرتب نہیں کئے مگر اسلام کے دیرپا اثرات آج بھی پورے آب و تاب کے ساتھ موجود ہیں۔ چنانچہ مشہور امریکی ماہر فلکیات اور دانشور ڈاکٹر میخائل ایچ ہارٹ (Dr. Michael H. Hart) اور ان کی اعلیٰ تعلیم یافتہ اہلیہ نے دنیا کی مشہور شخصیات کا مطالعہ کیا۔ اس مطالعہ کے حاصل کے طور پر انہوں نے " The 100 " (سو عظیم شخصیات) نامی کتاب لکھی جو ۵۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں تاریخ انسانی کی سو اعلیٰ ترین شخصیات کے حالات درج ہیں۔ جنہوں نے مصنف کے نزدیک تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔ کتاب میں پیغمبر اسلامؐ کو تمام شخصیات کے مقابلہ میں سرفہرست رکھا گیا ہے۔ کیونکہ مصنف کے نزدیک وہ تاریخ کے سب سے گہرے اثرات اور زندہ نقوش چھوڑنے والی شخصیت ہیں وہ رقمطراز ہیں۔

"Muhammad was the only man in history who was supremely successful on both the religious and the secular levels." (29)

''پوری تاریخ انسانی میں محمد (ﷺ) وہ واحد شخصیت ہیں جو دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے غیر معمولی طور پر کامیاب و کامران ہوئے ہیں''۔

Scanned with CamScanner

اعتدال، رواداری اور عدم تشدد۔۔۔۔۔اسوۂ حسنہ سے عملی مثالیں

رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات پوری دنیا کیلئے کامل نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے دنیا میں اعتدال، رواداری اور عدم تشدد کی اعلیٰ ترین عملی مثالیں قائم کی ہیں۔ اسلام کے آغاز ہی سے آپ ﷺ پر اہل مکہ نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنا شروع کیے۔ آپ ﷺ کو گالیاں دیں، قتل کے منصوبے بنائے۔ راستوں میں کانٹے بچھائے۔ جسم اطہر پر نجاستیں گرائیں جادوگر، مجنون اور نہ جانے کیا کیا نام دیئے مگر بقول ام المؤمنین حضرت عائشہ "آپ ﷺ نے تمام زندگی اپنی ذات کیلئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ ہاں اگر کوئی خدائی حرمت کو پامال کرتا تو اس صورت میں سختی کے ساتھ مواخذہ فرماتے (۳۰)

ذیل میں آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ سے اس سلسلے میں چند عملی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

☆ نبوت سے قبل جب کہ آپ ﷺ کی عمر ۳۵ سال تھی۔ اہل مکہ نے بیت اللہ شریف کی تعمیر نو کا فیصلہ کیا جب حجر اسود کی تنصیب کا موقع آیا تو ہر قبیلہ والے اس سعادت کو حاصل کرنے کیلئے میدان میں اتر آئے۔ قریب تھا کہ تلواریں چل پڑتیں کہ آپ ﷺ نے ایک دانشمندانہ فیصلہ کیا۔ آپ ﷺ نے اس پتھر کو اٹھا کر ایک چادر میں رکھا اور تمام قبیلوں کے سرداروں سے کہا کہ اس چادر کو مشترکہ طور پر اٹھا کر خانہ کعبہ تک لے چلو۔ جب سب نے پتھر اپنی جگہ تک پہنچا دیا تو آپ ﷺ نے اٹھا کر اسے اس کی جگہ پر نصب فرمایا اور یوں خون خرابہ ہوتے ہوتے رہ گیا (۳۱)

☆ جب آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو کفار نے ہر طرح سے آپؐ کو ستانا شروع کیا۔ آپ ﷺ کے چچا ابوجہل اور ابولہب، آپؐ کے جانی دشمن بن گئے۔ ابولہب کے دو بیٹوں عُتبہ اور عُتیبہ کے ساتھ آپؐ کی دو صاحبزادیوں حضرت ام کلثومؓ اور حضرت رقیہؓ کا نکاح ہوا تھا۔ ان دونوں نے آپؐ کی صاحبزادیوں کو طلاق دیدی۔ اس طرح اہل مکہ نے خاندان قریش کا معاشرتی مقاطعہ (Social Bycot) کیا۔ یہ حالت سن ۷ نبوت سے ۱۰ نبوت تک جاری رہی۔ بھوک اور پیاس سے بچے بلبلا اٹھتے مگر اہل مکہ کو ان پر رحم نہ آتا۔ ان تمام حالات میں آپؐ نے صبر اختیار کیا (۳۲)

☆ ایک بار رسول اکرم ﷺ حرم شریف میں نماز پڑھ رہے تھے ابوجہل کے اکسانے پر بدبخت

Scanned with CamScanner

کو بھاری رقم کی لالچ دے کر آنحضرت ﷺ کے قتل کے ارادہ سے مدینہ بھیجا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کو وحی کے ذریعہ اس کے ارادے کی اطلاع ہو گئی تھی جب وہ خدمت اقدس میں پہنچا تو آپ ﷺ نے اس کے اقدام سے پہلے ہی اس کے ارادے کی اطلاع اسے کر دی اور فرمایا کہ تمھارے اور صفوان کے درمیان خانہ کعبہ کے پاس فلاں فلاں بات ہوئی تھی۔ یہ سن کر عمیر فوراً اسلام لے آیا۔ تاہم صفوان فتح مکہ کے دن بھاگا اور جدہ پہنچا جہاں سے یمن جانا چاہتا تھا۔ عمیر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور صفوان کیلئے امان کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے اپنا عمامہ مبارک بطورِ امان کی نشانی عطا فرمائی۔ صفوان عمیر کے ہمراہ دربارِ رسالت میں پہنچا۔ اور چار ماہ کی مہلت طلب کی۔ بعد میں اسلام قبول کیا۔ (۳۸)

☆ مسلمانوں کی خاطر ایک بار آپ ﷺ نے ایک یہودی زید بن سعنہ سے قرضہ لیا۔ مقررہ وقت ادائیگی سے قبل ہی وہ یہودی آیا اور آپ ﷺ سے نامناسب اور گستاخانہ انداز سے پیش آیا۔ حضرت عمرؓ سے برداشت نہ ہو سکا اور اس کی گردن اڑانے کی اجازت چاہی۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ! تمھیں چاہیئے کہ مجھے حُسنِ ادائیگی کی تلقین کرتے اور اسے حُسنِ طلب کی۔ پھر آپ ﷺ نے نہ صرف اس کا قرض واپس کرنے کا حکم فرمایا بلکہ حسن سلوک کے طور پر بیس صاع زیادہ کھجوریں دینے کا حکم فرمایا۔ اس حسن سلوک سے وہ یہودی متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ (۳۹)

☆ عبداللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین، دل سے اسلام کا دشمن و بدخواہ تھا۔ غزوۂ احد کے موقع پر بہانہ بنا کر اس نے مسلمانوں کی جمعیت جو ایک ہزار پر مشتمل تھی سے تین سو اپنے افراد جدا کر کے واپسی اختیار کی۔ یہ مشرکین و یہود کے ساتھ خفیہ ساز باز رکھتا اور مسلمانوں کے راز ان کو منتقل کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک مہاجر اور ایک انصاری کی آپس میں لڑائی ہو گئی دونوں نے اپنی اپنی قوم کو پکارا۔ آنحضرت ﷺ نے موقع پر پہنچ کر معاملہ رفع دفع کیا مگر عبداللہ بن اُبی نے کہا کہ مدینہ چل کر ذلیل مسلمانوں یعنی مہاجرین کو نکال دونگا۔ اور کہا کہ پیغمبر کے ساتھیوں سے ہاتھ اٹھا لو تو وہ خود یہاں سے بھاگ کھڑے ہونگے۔ اسکی تفصیل سورۂ منافقون میں آئی ہے۔ واقعہ افک یعنی حضرت عائشہؓ پر بہتان لگانے میں بھی اس کا بنیادی کردار تھا۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے ہمیشہ اس سے درگزر کا

معاملہ فرمایا اور جب مرا تو آپ ﷺ نے صحابہؓ کی ناپسندیدگی کے باوجود اپنا کرتہ عنایت فرمایا جس میں اسے دفن کیا گیا۔ اور آپ ﷺ نے اس کیلئے استغفار کیا۔ (۴۰)

☆ سب سے بڑھ کر طیش اور غضب کا موقع افک کا واقعہ تھا جبکہ منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر نعوذ باللہ تہمت لگائی تھی۔ حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کی محبوب ترین بیوی، اور ابوبکرؓ جیسے یارِ غار اور افضل ترین صحابی کی صاحبزادی تھی۔ شہر منافقوں سے بھرا پڑا تھا۔ جنہوں نے دم بھر میں اس خبر کو اس طرح پھیلایا کہ سارا مدینہ گونج اٹھا۔ دشمنوں سے شماتت، ناموس کی بدنامی، محبوب کی بے عزتی، یہ باتیں انسان کے صبر و تحمل کے پیمانہ میں نہیں سما سکتیں تاہم رحمت عالمؐ نے ان تمام کے ساتھ کیا کیا؟ ---- واقعہ کی تکذیب خود خدا نے قرآن پاک میں کر دی اور اس سے قبل آپ ﷺ نے کسی طرح کوئی انتقام نہیں لیا۔ (۴۱)

☆ ہبار بن الاسود وہ شخص تھا جس کے ہاتھ سے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو سخت تکلیف پہنچی تھی۔ حضرت زینبؓ حاملہ تھیں اور مکہ سے مدینہ ہجرت کر رہی تھی۔ کفار نے مزاحمت کی۔ ہبار بن الاسود نے جان بوجھ کر ان کو اونٹ سے گرا دیا جس سے ان کو سخت چوٹ آئی اور حمل ساقط ہو گیا۔ فتح مکہ کے بعد مجبوراً آستانہ رحمت پر جھک آیا اور اپنی جہالت اور قصور کا اعتراف کیا۔ پھر کیا تھا؟ بابِ رحمت سامنے کھلا تھا اور دوست دشمن کی تمیز یکسر مفقود تھی۔ (۴۲)

☆ تاریخ انسانی میں فتح مکہ انسانی رواداری، صبر و تحمل، برداشت اور وسیع القلبی کی وہ لازوال اور عدیم النظیر روشن مثال ہے جس کا عشرِ عشیر بھی تاریخ عالم کے معلمینِ اخلاق کی عملی زندگی میں نظر نہیں آتا۔ اس دن مکہ کے تمام ظالم و جابر کفار و مشرکین سامنے بے بس اور گردن جھکائے کھڑے تھے۔ وہ سب تھر تھر کانپ رہے تھے۔ ان کو اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ آج ربِ کائنات نے ان تمام کو پیغمبر رحمتؐ کے قبضہ میں دے دیا تھا۔ چاہتے تو چشم زدن میں سب کی گردنیں کٹوا کر سابقہ ظلموں کا بدلہ لے لیتے۔ اس حالت میں پیغمبر رحمت ﷺ کی آواز اٹھی "تمھیں معلوم ہے میں تمھارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟" سب نے جواب میں کہا "آپ کریم بھائی کے کریم بیٹے ہیں اور ہم آپ کی طرف سے رحم و احسان کے امیدوار ہیں"۔ پھر کیا تھا دریائے رحمت اُمنڈ آیا اور اہل مکہ کی ظلموں بھری

Scanned with CamScanner

تاریخ کو بہا کر لے گیا۔ فرمایا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ ' (۴۳)

'' آج تم پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو''۔

☆ ہجرت سے قبل یثرب (مدینہ) میں اوس وخزرج کے دو دشمن قبیلوں کے علاوہ یہود کے مختلف قبائل اور دیگر مشرکین آباد تھے گویا مدینہ مختلف عقائد' قبائل اور نسلوں کی آماجگاہ تھا۔ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے ان تمام کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور اس اتحاد واتفاق کو قائم رکھنے کیلئے دنیا کا پہلا تحریری دستور وجود میں آیا۔ جس پر تمام کا اتفاق ہوا اور اس کی رو سے آپ ﷺ کو مدینہ کی پہلی اسلامی ریاست کا سربراہ تسلیم کیا گیا۔ یوں مدینہ میں ایک مختلف الخیال عناصر پر مشتمل ایسا معاشرہ وجود میں آیا جس میں میثاق مدینہ کی وجہ سے یہود' انصار' مہاجرین اور دوسرے قبائل ایک تنظیمی اتحاد میں شامل ہو گئے۔ اور سب ایک دوسرے کے وجود کا اعتراف کرنے لگے۔ (۴۴)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتاب ''عہد نبوی میں نظام حکمرانی'' کے مطابق میثاق مدینہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور ہے۔ یہ تاریخ ساز میثاق دو حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلے حصہ میں ۲۳ اور دوسرے میں ۲۴ دفعات شامل ہیں۔ پہلا حصہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور حقوق وفرائض کی نشاندہی کرتا ہے۔ جب کہ دوسرا حصہ اہل اسلام اور دیگر اہل مدینہ کے باہمی تعلقات' حقوق وفرائض اور دیگر امور کی وضاحت کرتا ہے۔ ایک دفعہ کے الفاظ یہ ہیں ''مسلمانوں کیلئے مسلمانوں کا دین اور یہودیوں کیلئے یہودیوں کا دین ہے'' یعنی مدینہ میں جتنے بھی لوگ بستے تھے ان کو دینی' عدالتی اور قانونی آزادی کا اختیار دلایا گیا تھا۔ تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کر لیجئے۔ اس سے بڑھ کر مفاہمت بین المذاہب کا وسیع عملی مظاہرہ دیکھنا کہاں نصیب ہوگا ؟! (۴۵)

عرب محقق اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل میثاق مدینہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمد ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ' انسانی معاشرہ میں قائم کیا جس سے شرکاء معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا' انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی' اموال کو تحفظ ملا اور شہر امن کا گہوارہ بنا۔ (۴۶)

☆ رسول اکرم ﷺ غیر مسلموں کو مسجد میں ٹھہراتے۔ ان کو ان کے طریقہ پر مسجد میں عبادت

کرنے کی اجازت دیتے۔ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا وفد مدینہ آیا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوا۔ اس وقت ان کی نماز کا وقت آ گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے مسجد ہی میں نماز شروع کر دی۔ بعض مسلمانوں نے روکنا چاہا مگر آنحضرت ﷺ نے ان کو منع کر دیا اور فرمایا نماز پڑھ لینے دو۔ چنانچہ عیسائیوں نے مسجد نبوی کے اندر نماز پڑھی۔ (۴۷)

☆ ایک بار ایک یہودی کا جنازہ گذر رہا تھا۔ جنازہ آپ ﷺ کے سامنے آیا تو آپ ﷺ احترام آدمیت کی خاطر کھڑے ہو گئے (۴۸)

☆ اعتدال اور درمیانہ روی کے حوالہ سے اسلام کو دیگر مذاہب میں خاص امتیاز حاصل ہے آپ ﷺ نے نہ صرف دنیاوی امور میں بلکہ دینی امور میں بھی اعتدال اپنانے کا حکم فرمایا ہے

ایک بار تین صحابہؓ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ عبادت کے بارے میں جاننا چاہتے تھے کہ کس قدر عبادت کریں۔ ایک نے کہا میں ساری رات عبادت کرونگا اور آرام نہیں کرونگا۔ دوسرے نے کہا میں روزانہ روزہ رکھونگا اور کبھی ناغہ نہیں کرونگا۔ تیسرے نے کہا میں ساری عمر نکاح نہیں کرونگا اور شہوت پوری کرنے سے دور رہونگا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور زیادہ پرہیز گار ہوں۔ اس کے باوجود میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور بغیر روزہ کے بھی رہتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور میں نے نکاح بھی کئے ہیں۔ پس جو میرے طریقہ کے خلاف کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔ (۴۹)

ایک بار رسول اکرم ﷺ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان باندھی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ رسی کس لئے ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ام المؤمنین حضرت زینبؓ نے لٹکائی ہے۔ جب وہ عبادت کرتے کرتے تھک جاتی ہے تو اس سے لٹک کر تھکاوٹ اتارتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رسی کھول دو۔ جب تک تم میں سے کوئی تازہ دم رہے تو نماز پڑھے اور جب تھک جائے تو آرام کر لیا کرے۔ (۵۰)

☆ ایک دفعہ ایک دیہاتی آیا اور رسول اکرم ﷺ کی مسجد میں پیشاب کیلئے بیٹھ گیا۔ صحابہؓ اس کو مارنے کیلئے کھڑے ہو گئے آپ ﷺ نے ان کو منع فرمایا جب دیہاتی فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے

Scanned with CamScanner

اسے بلایا اور فرمایا کہ یہ مسجد یں بول و براز کیلئے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور قرآن کی تلاوت کیلئے ہیں۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا وہ ایک ڈول پانی لایا اور اس پیشاب پر بہا دیا۔ (۵۱)

پس چہ باید کرد ؟!

گزشتہ سطور سے یہ بات بوضاحت عیاں ہوگئی کہ دین اسلام امن و سلامتی، عدل و انصاف، اعتدال و در میانہ روی، عفو و درگزر اور رواداری و عدم تشدد کا دین ہے۔ اس کو انتہاء پسندی یا دہشت گردی کی طرف منسوب کرنا اغیار اور اسلام دشمنوں کے تعصب پر مبنی کارستانی ہے۔ بدقسمتی سے آج کل پوری دنیا کی میڈیا بھی یہودی و نصرانی لابی کے ہاتھوں میں ہے۔ اور وہ دین اسلام کو اس کی اصل تعلیمات کے برعکس پیش کر رہی ہے۔ تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کوئی وقت تھا جب کہ اسلام اور مسلمان دونوں کا ایک ہی مفہوم لیا جاتا تھا۔ یعنی جو کچھ اسلام تھا وہی مسلمان کا عمل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسلام کا چرچا تھا۔ اس کی ترقی ہو رہی تھی۔ لوگ اسلام اور مسلمانوں کو اچھا دین اور اچھے پیروکار سمجھتے تھے۔ اب اسلام اور مسلمان دونوں کا مفہوم الگ الگ ہو گیا ہے۔ یعنی اسلام کی تعلیمات اور مسلمان کے عمل و کردار میں ایک واضح فرق بلکہ تضاد سامنے آیا ہے۔ مسلمان مسلمان کے گریبان میں ہاتھ ڈالے ہوئے ہے۔ دنیائے کفر متحد ہے اور عالم اسلام افتراق و انتشار کا شکار ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کو عام کیا جائے اس کو بار بار پڑھا اور سمجھا جائے۔ اور پھر اس کو عمل میں لایا جائے۔

مگر معاملہ صرف مسلمانوں کا نہیں ہے۔ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ اب ساری دنیا ایک عالمی گاؤں (Global Village) کا روپ اختیار کر چکی ہے۔ مختلف مذاہب، اقوام اور ممالک والے ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں رہ سکتے۔ عالمی برادری کو بھی اپنی سوچ و فکر اور عمل و کردار پر نظر دوڑانی پڑے گی۔ یورپ اور امریکہ کے دانشوروں اور ارباب اختیار کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر اسلام کی حقیقی تعلیمات کو صحیح طور پر سمجھنے کا حوصلہ و برداشت پیدا کریں۔ وہ تعصب کا چشمہ اتار کر ہادی اعظم رحمۃ للعالمین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عملی زندگی کا منصفانہ مطالعہ کریں۔ اور پھر تاریخ انسانیت

Scanned with CamScanner

علمی، روحانی اور تبلیغی دنیا کا عظیم سانحہ

یعنی حضرت مولانا مفتی زین العابدین کا انتقال

مفتی ذاکر حسن نعمانی

عظیم عالم، مشہور مبلغ اور روحانی پیشوا حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ ۱۵ مئی ۲۰۰۴ء بروز ہفتہ لاہور کے ہسپتال میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ موصوف گزشتہ چند سالوں سے ایسے مرض میں مبتلا تھے۔ کہ ہوش وحواس اکثر اوقات درست نہ رہتے تھے۔ لیکن اس عرصہ میں سنا ہے کہ اکثر اپنی تقریر والا عربی خطبہ پڑھتے رہتے اور ساتھ ساتھ تیسرے کلمہ اور درود شریف کا ورد جاری رہتا تھا۔ اور یہ دعا بھی پڑھتے تھے۔ (لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین) آپ کی عمر تقریباً ۹۰ سال تھی۔ ڈابھیل (ضلع سورت) کے فارغ التحصیل تھے۔ فراغت کے بعد تقریباً پانچ سال تک ہندوستان ہی میں مدرسہ میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۴۴ء میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ سے بیعت ہوئے۔ آپ کو مولانا الیاسؒ نے تبلیغی جماعت میں کام کرنے کی ترغیب دی کہ اس جماعت میں علماء کی اشد ضرورت ہے۔ لہٰذا آپ مختلف تدریسی زندگی کے بعد جماعت کے ساتھ ایسے وابستہ ہوئے کہ پوری دنیا میں تبلیغی اجتماعات کے بڑے بڑے اسٹیجوں سے یادگار اصلاحی و تبلیغی بیانات کئے۔ رائے ونڈ کے ہر عالمی اجتماع میں آپ کا ایک بیان ضرور ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ ملک کے کسی حصہ میں اجتماع ہوتا تو آپ بیانات کے لئے تشریف لے جاتے۔

ابتداء میں جب بیرون ممالک کی طرف پہلی دفعہ جماعتیں بھیجنے کا پروگرام بنا تو آپ کی تشکیل حجاز مقدس کی طرف ہوئی۔ اسی طرح بیرون ملک دو سال بعد جو تبلیغی قافلہ نکلتا ہے اور اس میں بڑے بڑے علماء اور مبلغین ہوتے ہیں تو اس قافلہ کے اکثر آپ ہی امیر ہوا کرتے تھے۔ یہ قافلہ ڈیڑھ سے ممالک کا تبلیغی دورہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ فیصل آباد میں آپ کا قائم کردہ مدرسہ دار العلوم فیصل آباد ہے۔ جس میں دورہ تک اسباق کے علاوہ تخصص فی الفقہ الاسلامی بھی پڑھایا جاتا ہے۔ حالت قیام فیصل آباد میں ۱۱ بجے سے ۱۲ بجے تک کا وقت دینی طلباء کے لئے ہوتا ہے۔ اس ملاقات میں اپنے ہاتھ سے مہمان اور ملاقاتی طلباء کی زمزم اور مدینہ منورہ کی کھجور کے ساتھ تواضع فرماتے تھے۔ بیعت بھی اسی دوران کرتے تھے۔ آپ کے چار بیٹے ہیں۔ دو حافظ ہیں اور دو عالم ہیں۔ حضرت جی مولانا یوسفؒ سے انتہائی عقیدت کی بناء پر اپنے ہر بیٹے کا نام یوسف رکھا ہے۔ فرق کے لئے یوسف اول، یوسف ثانی، یوسف ثالث اور یوسف رابع کے ساتھ پکارے جاتے ہیں۔ بڑا بیٹا (یوسف اول) جو آپ کا جانشین ہے۔ اپنے مدرسہ کا مہتمم ہے۔ بلال مسجد (تبلیغی مرکز فیصل آباد) میں خطیب ہے۔ یوسف ثالث کچہری مسجد مرکزی جامع مسجد فیصل آباد میں خطیب ہے۔ اس مسجد میں حضرت موصوف سالہا سال تک خود خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں۔

آپ کی نماز جنازہ مولانا یوسف اول نے کشمیر پارک (پہاڑی چوک) میں پڑھائی۔ جنازہ میں کثیر تعداد میں علماء، مبلغین، طلباء اور عوام نے شرکت کی۔ رئیس التبلیغ جناب حاجی عبدالوہاب مدظلہ تدفین کے آخری مراحل تک شریک تھے۔ اس موقع پر بعض جید علماء کرام نے تقاریر بھی کیں۔ جنازہ میں زیادہ ہجوم کی وجہ سے جنازہ تقریباً مقررہ وقت سے ۴۵ منٹ بعد پڑھایا گیا۔ صفیں سیدھی کرنے میں کافی وقت لگا۔ جنازہ کی چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس لگے تھے۔ تاکہ ہر ایک چارپائی کو کاندھا دینے کی سعادت حاصل کر سکے۔ زیادہ ہجوم کی وجہ سے بانس ٹوٹ گئے تھے۔ مفتی صاحب بڑے عظیم انسان تھے۔ ان کو میں نے پہلی دفعہ پشاور کینٹ ریلوے اسٹیشن میں ریل گاڑی کے دروازے میں دیکھا۔ جب گاڑی روانہ ہونے والی تھی۔ تو وہ دروازہ میں کھڑے تھے۔ رعب دار چہرہ تھا۔ اور دو پلی اونچی ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ اجتماعات میں اکابر کے بیانات لکھنا احقر کی عادت تھی۔ اس لئے آپ کے بھی بہت سے اجتماعات والے بیانات قلم بند کئے ہیں۔ خاص کر نوشہرہ اور مردان کے اجتماع والے بیانات۔ آپ کا بیان علمی ہوتا تھا لیکن چھ نمبر ہی بیان کرتے تھے۔ ایک دفعہ رائے ونڈ اجتماع میں آپ کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھنے کی سعادت بھی ملی۔ ایک موقع پر فرمایا۔ رائے ونڈ اجتماع میں ایسے وقت پر پہنچا کہ جماعت کھڑی تھی۔ جماعت میں شریک ہوا۔ جماعت میں ایک شریک نے دو رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ نماز ختم ہوئی تو مفتی صاحب نے اس کو سمجھایا کہ پوری نماز پڑھنی چاہئے تھی

Scanned with CamScanner

-اس شخص نے کہا میں مسافر ہوں اور مسافر دو رکعت پڑھتا ہے- آپ نے بہت سمجھایا لیکن وہ نہیں مان رہا تھا- آخرکار مفتی صاحب نے فرمایا کہ میرا نام مفتی زین العابدین ہے- نام تو اس شخص نے سن رکھا تھا- بس پوری معذرت کے ساتھ مفتی صاحب کی بات مان گیا-

فرمایا- ایک صاحب کو گشت میں شرکت کی دعوت دی اس نے کہا مجھ سے یہ ذلت برداشت نہیں ہوتی- اللہ کا کرنا ہوا کہ الیکشن کا زمانہ آیا وہ شخص ایک عیسائی کے دروازہ پر ووٹ مانگنے کے لئے کھڑا تھا- مفتی صاحب رکشہ میں اس راستہ سے گزر رہا تھا- جب اس شخص کو اس حالت میں دیکھا تو رکشہ رکوا کر اس کے پاس آئے- وہ فوراً سمجھ گیا اور مفتی صاحب سے معذرت اور معافی مانگنا شروع کر دی- ایک دفعہ فرمایا- میں فتوی نہیں دیتا- لیکن آپ بتائیں کہ بچی ہوئی چیز مثلاً روٹی آدمی کس کے اور حیوان وغیرہ کے آگے ڈالتا ہے- لیکن ہم اصل وقت اپنی دنیا کے لئے دیتے ہیں اور بچا ہوا وقت اللہ کے دین کے لئے- یہ ہے دین کی قدر- یعنی اصل وقت اللہ کے دین کے لئے دینا چاہئے- فرمایا سعودی عرب میں ایک شخص نے کہا- میں نماز نہیں پڑھتا- کوئی نسخہ تجویز کیجئے- آپ نے فرمایا نماز کا وقت ہو جائے تو لوگوں کو نماز کی دعوت دیا کرو- اس شخص نے ایسا ہی کیا- نماز کے وقت لوگوں کو نماز پڑھنے کی دعوت دے کر خود اپنی دکان میں جا کر بیٹھ جاتا- آخرکار ایک دفعہ سب نمازی اس کے پیچھے گئے اور بے نماز داعی سے کہا چلو مسجد کی طرف ہمیں نماز کی دعوت دیتے ہو اور خود نہیں پڑھتے- اس طرح یہ بے نماز داعی نمازی داعی بن گیا- پھر کچھ عرصہ بعد اس شخص کے ساتھ ملاقات ہوئی- تو اس نے کہا الحمد للہ اب نمازی بن گیا ہوں- آپ کے چند اقوال پیش خدمت ہیں-

(۱) عظیم ترین ضیاع یہ ہے کہ انسان کی استعدادیں ضائع ہو جائیں- کل کائنات کا ضائع ہونا اتنا نقصان دہ نہیں-

(۲) لوگوں کو نفع پہنچانے کے لئے لوگوں کو معروفات پر لگاؤ-

(۳) اگر اسلام کے معروفات پر امت لگ جائے تو منکرات کے لئے ان کے پاس وقت نہ ہوگا- اہم معروف نماز ہے-

ایک واقعہ سنایا کہ جماعت میں ایک عادی شرابی سہ روزہ کے لئے نکلا- شراب کی بوتل بھی

میں اپنے ساتھ لی- امیر کی طرف سے اس کو اکیلا چھوڑنے کی اجازت نہ تھی- شراب پینے کا کوئی وقت نہ ملتا تھا- اس لئے کہ معروفات کے اندر مشغول ہو گیا تھا- ایک دن صبح اٹھا جبکہ سب ساتھی سوئے ہوئے تھے- شراب کی بوتل ساتھ لیکر سیدھا بیت الخلاء پہنچا- لیکن پیچھے سے کوئی کھانسا تو وہ موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا- کہنے لگا بیت الخلاء کے اندر توبہ نصیب ہوئی- مفتی صاحب نے فرمایا شاید کسی کو بیت اللہ کے اندر توبہ نصیب ہوئی ہو

(۴) اسلام کے اندر بڑا حصہ ماحول بنانے والوں کا ہوتا ہے- حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ماحول بنایا قیامت تک ایمان لانے والوں اور عبادت کرنے والوں کا ثواب ان کو ملے گا-

(۵) جب مقصد ملک و مال ہو تو فرعون کی طرز حکومت ہے-

(۶) مولانا محمد الیاس کا ملفوظ سنایا کہ دین کا کام کرنا اور اللہ کی مدد کا یقین نہ کرنا تو فسق ہے-

(۷) اصل جگہ مسجد ہے- مخلوق سے خالق کی طرف دل پھیرنے کی جگہ ہے- مسجد نبوی کو کبھی تالا نہیں لگا کیونکہ خدا کا دربار کبھی بند نہیں ہوتا- مسجد والے صحیح اعمال مسجد سے نکل گئے- مسجد کے اندر باہر کی چیزیں آگئیں- تو مسجدوں کو تالے لگ گئے-

(۸) کفر کی بنیاد اسراف اور بے حیائی ہے-

حضرت جی مولانا یوسف کا قول نقل کیا- دیہات والوں کا خیال رکھو- اپنا علم ان کو دو اور معاشرت ان کی لاؤ- اس لئے کہ دیہات کے اندر حضور کی عملی زندگی کے نمونے موجود ہوتے ہیں- مفتی صاحب نے فرمایا ایک بزرگ سے کسی نے کہا وعظ کرو- ان کے ذہن کے اندر کوئی مضمون نہ آیا- دیہات کی طرف نکلے تو مضامین کی آمد شروع ہوگئی- فرمایا ذہن کے اندر مضمون کا نہ آنا شہر کی نحوست تھی-

(۹) عمل غلط ہو اور اس کو غلط سمجھے تو اس کو سیدھے راستہ پر لانا آسان ہے- لیکن اگر حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھے تو یہ ہلاکت کا راستہ ہے-

(۱۰) اگر انسان درست ہو تو کائنات کی نقل و حرکت درست ہو جاتی ہے- زلزلہ اس لئے آتا ہے کہ زنا کی کثرت ہو- یہ زمین ولد الزناؤں کے لئے نہیں ہے-

Scanned with CamScanner

(۱۱) نبیؑ بینا ہوتا ہے اور امت نابینا۔ نابینا بینا کی راہنمائی کے بغیر نہیں چل سکتا۔

(۱۲) عربی لغت کا ماہر تمام تفاسیر، احادیث مع شروح اور پوری فقہ پڑھ لے پھر بھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ جب تک کسی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ نہ لے۔

(۱۳) قرآن کے مفہوم کو خواہش کے مطابق کرنا گمراہی ہے۔

(۱۴) آدمی باہر کی شاندار چیزوں سے نہیں بنتا۔ بلکہ ایمان اور اعمال کی وجہ سے بنتا ہے۔ کتا اگر قیمتی کار میں بیٹھا ہو تو پھر بھی کتا ہے۔ معمولی مکان میں بھی کتا ہے۔ محل کے اندر بھی کتا ہے۔ ایوان صدر میں ہو تو بھی کتا ہے۔

(۱۵) بلب کی روشنی اور فائدہ اس وقت ہوگا جب بجلی ہو اسی طرح قرآن وحدیث کا فائدہ اس وقت ہوگا جب دل میں ایمان ہو۔

(۱۶) خیر کی طرف بڑھنا اور شر سے بچنے کا نام دین ہے۔

(۱۷) آج مکہ والا ایمان نہیں تو سوچ رہے ہیں کہ سود ختم کیا تو اقتصادیات کا کیا ہوگا۔

(۱۸) مریض کی ہسپتال والی زندگی پر کوئی بھی راضی نہیں۔ حالانکہ وہ بھی زندگی ہے اس لئے کہ صحت کی زندگی والے تقاضے پوری نہیں ہو رہے۔ ہمیں بھی کمزور ایمان پر راضی نہیں ہونا چاہئے۔

معذرت

ماہنامہ العصر کے تمام خریداری اور اعزازی قارئین کو ﴿ادارہ﴾ کی طرف سے اطلاع دی جاتی ہے کہ سابقہ شمارہ کی ترسیل میں انتظامی غلطی کی وجہ سے غیر دانستہ طور پر غلط ٹکٹ لگ گئے تھے۔ رسالہ بے رنگ پوسٹ متصور ہونے پر قارئین کو جو زحمت ہوئی اس پر ادارہ اپنے تمام قارئین سے معذرت خواہ ہے۔

ادارہ

بیاد مولانا شمس الدین شہیدؒ

سید سمیع الدین حقانی

انسان نے جب سے دنیا میں قدم رکھا ہے۔ اور حق کا فانوس روشن کیا ہے اس وقت سے طاغوتی جھکڑ اس حق کے فانوس کو گل کرنے کیلئے سرگرم عمل رہا ہے۔ اور اہل باطل نے اہل حق کے وجود تک کو گوارا نہیں کیا ہے۔ اس لیے جہاں تک ہوسکا۔ انہوں نے اہل حق کو تاراج کرنے کی کوشش کی ہے لیکن تاریخ اس امر کی شہادت دیتی ہے۔ کہ ایسی کوششیں ہمیشہ ناکام ثابت ہوتی ہیں۔ اہل باطل کے ناپاک عزائم ہمیشہ خاک ہی میں ملتے رہے ہیں۔ چشم فلک نے حق و باطل کے بے شمار معرکے دیکھے ہیں۔ اہل حق نے جس جرات شجاعت سے اپنا لوہا منوایا اور اہل باطل کو بے نقاب کرنے کیلئے جو کردار ادا کیا وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ جب کبھی باطل نے سر اٹھایا تو اہل حق نے شمشیر بکف ہو کر اسکو للکارا اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ تاریخ کے محسن مولانا سید محمد شمس الدین شہیدؒ بلوچستان کے نامور سپوت اور تحریک ولی اللّٰہی کے ایک جرات مند رہنما تھے۔ جن کی شجاعت دلیری صبر واستقامت پر تاریخ کے اوراق رشک کرتے ہیں۔

سید شمس الدین شہید تعلیمی دور ہی سے ٹھوس عقائد ونظریات اور واضح سیاسی رجحانات رکھے تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سید محترم حضرت مولانا سید محمد زاہدؒ سے اپنے آبائی شہر ژوب میں حاصل کی اور ساتھ ساتھ میٹرک تک عصری تعلیم بھی کی۔ مزید دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے اپنے والد محترم کے حکم پر مختلف مدارس میں حاصل کی۔ جن میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، جامعہ العلوم الاسلامیہ کراچی، مخزن العلوم خانپور اور مدرسہ نصرت العلوم گجرانوالہ سر فہرست ہیں۔ آپکے مشہور اساتذہ کرام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ، حضرت مولانا عبدالحقؒ، حضرت مولانا سرفراز خان صفدر، اور مولانا مفتی محمودؒ ہیں دوران تعلیم جمعیت طلباء اسلام سے تعلق تھا۔ صوبائی سطح پر بانی اور صدر رہے ہیں۔ تنظیمی ذوق اور سیاسی ذھن کا نتیجہ تھا کہ مختلف مراحل میں دینی وقومی تحریکات میں فیصلہ کن کردار ادا کیا اور اب بھی یہ قافلہ حق اسلامی نظام کے نفاذ اور عوامی

Scanned with CamScanner

جواب یہ دیا کہ ختم نبوت کا مسئلہ عقیدہ کا مسئلہ ہے اس بارے میں میں ایک نہیں دس فرزند بھی دینے کو تیار ہوں۔

۱۱ جنوری ۷۳ء بلوچستان اسمبلی میں قانونی طور شراب کو حرام اور ممنوع ہونے کی قرارداد پیش کی اور اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا ''افسوس کہ آج ہمارا یہ خطہ جس میں مسلمان رہتے ہیں اس میں ہمارا قانون ہمارا آئین اور ہمارا دن بھر کا اٹھنا بیٹھنا سب وہی ہیں جو انگریز ہمارے اوپر مسلط کر گئے تھے ہم آج بھی ان ہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ ہم نے اپنے دین کو ترک کر دیا اپنے قانون کو ترک کر دیا۔ اپنے نبی ﷺ کے چلنے کو ترک کر دیا۔ ۲۰ اکتوبر ۷۳ء کو جمعیت طلباء اسلام کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

بلوچستان پاکستان کا ایک اہم ترین حصہ ہے جسے قدرت نے معدنی دولت سے مالا مال کر رکھا ہے اور اسکا ساحل گرم پانی کی وجہ سے بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ اسی لئے عالمی طاقتیں للچائی ہوئی نگاہوں سے اس قیمتی خطے کو دیکھ رہی ہیں۔ اور یہ خطہ بین الاقوامی سازشوں کا شکار ہو چکا ہے۔ نیز بلوچستان میں بھٹو صاحب نے فوج کشی شروع کر رکھی ہے یہ سب کچھ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ بلوچ، پشتون، اور پنجابی کے درمیان نفرت کا بیج بو کر علیحدگی کا ذھن پیدا کیا جائے اور بلوچستان کو زبردستی ملک سے الگ کیا جائے۔ بھٹو صاحب تمھیں معلوم نہیں کہ ہم پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں تمھاری اس سازش اور سوداگری کی کوشش کو ناکام بنا کر دم لیں گے۔ آپؒ خطاب میں موتی رولتے۔ پھول چنتے اور جواہر پروتے تھے۔ آپؒ کی باتیں شبنم بن کر غنچوں کے جگر میں پیوست ہوتیں۔ اور انہیں پھول بنا کر کھلاتیں۔ وہ مولانا شہید ہی تھے۔ جو عمر بھر باطل کے خلاف برسرپیکار رہے۔ جنہیں اقتدار کی لالچ اہل حق سے جدا نہ کر سکی۔ جنہوں نے تحریک شدہ قرآن کی قادیانی سازش ناکام بنادی جو بلوچستان میں اتحاد پاکستان کی علامت تھے۔ جنہوں نے اسلام اور اپنی عوام کے لئے مظالم سہے۔ جنہوں نے تادم آخر دین کی آن پر آنچ نہ آنے دی جس کے عزم کے سامنے دنیا پرستوں اور دین فرشوں کی ایک نہ چل سکی۔ وہ تادم زیست شاہ لولاک ﷺ کی ختم المرسلی کے تحفظ کی خاطر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح لڑتے رہے۔ وہ جو بلوچستان کی مظلوم عوام غریب پسماندہ اور اسلام کی عزت پر کٹ

حقوق کی بازیابی کی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ جمعیت علماء اسلام کے صوبائی امیر متحدہ جمہوری محاذ بلوچستان کے نائب صدر اور بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر اس علماء حق کے سبق آزمودہ نے جب اہل اقتدار کے ظلم و تعدی کو دیکھ کر لوگوں کا دل تڑپتا دماغ سوچتا اور روح بے چین ہو جاتی مگر خوف کی وجہ سے حق و صداقت کی آواز بلند نہ کر سکتے تو آپ نے ان لوگوں کو حوصلہ بخشا اور انہیں ایک ایسی زندہ تمنا سے روشناس کرایا جس نے ان کی روح گرمایا۔ اور قلب کو تڑپایا اِن میں حق صداقت اور جرات و جان بازی کی روح پھونکی اور خود اس راہ پر چل کر اس نے ایک عظیم کامیابی حاصل کی۔ اور شہادت پا کر قربانی کی بہترین مثال قائم کی۔

مولانا شہید کی سیاسی زندگی کا عرصہ تین سوا تین سال سے زیادہ نہیں تھا لیکن اس مختصر ترین سیاسی و عملی زندگی میں انہوں نے اصول پرستی، انسان دوستی، استقامت، ایثار اور حب الوطنی کی جو روایات چھوڑیں وہ نفسا نفسی اور مصلحت پرستی کے موجودہ دور میں سیاسی رہنماؤں اور کارکناں کیلئے مشعل راہ ہیں۔ تعلیم سے فراغت پاتے ہی جب ۷۰ء کے انتخابات کا مرحلہ آیا تو جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ پر صوبائی انتخابات میں علاقہ کے سرداروں اور نوابوں میں سے ایک سرکردہ شخصیت کو شکست فاش دیتے ہوئے اسمبلی میں پہنچ گئے۔ آپ حق بات کو مصلحت کے پردے میں چھپانے سے ناآشنا تھے۔ چنانچہ اس وقت ملکی حالات بہت خراب تھے۔ نیپ (جمعیت) کی حکومت کو ختم کرنے کیلئے حلیف جماعتوں بلکہ خود حکومت نے بہت کوششیں کیں۔ آپ کو از سر خود ڈرایا دھمکایا گیا۔ قسما قسم کے لالچ دیئے گئے۔ لیکن آپ نہ مانے۔ انہی دنوں ژوب میں منکرین ختم نبوت (مرزائیوں) کی طرف سے قرآن مجید کے تحریف شدہ نسخوں کی تقسیم پر عوامی ردعمل اور مزاحمت کی قیادت انہوں نے سنبھالی۔ مظاہرے کئے ہڑتالیں ہوئیں، بھوک ہڑتالیں، گرفتاریاں ہوئیں، ایک عرصہ تک خود مولانا صاحب نے میوند میں محاصرہ اور قید و بند کے سخت دن گزارے۔ اور اسی دوران وزارت اعلیٰ تک کی پیش کش ہوئی سادہ چیک پیش کئے گئے۔ لیکن کوئی حربہ انہیں راہ حق سے نہ ہٹا سکا۔ جب کہ مولانا کے والد محترم مولانا سید محمد زاہدؒ کو صوبہ کے اعلیٰ افسران نے بلا کر کہا کہ اگر آپ کا بیٹا کچھ نرمی پیدا کرلے تو اسے رہا کیا جا سکتا ہے ورنہ اسکی جان کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ بلند عقیدہ بزرگ باپ نے

Scanned with CamScanner

مرنے والے مسلمانوں کی آواز تھے۔ پیکر مجسمہ صدق وصفا، مجاہد حق گو، عابد زاہد سیاست دان عالم دین
مولانا شمس الدین شہید کے حالات حکومت لمحہ بہ لمحہ نوٹ کر رہی تھی، اور ایسے حالات و واقعات
حکومت کے لئے نہایت ناگوار بنے۔ اس لیئے اعلیٰ سطح پر اس بات پر میٹنگز کی گئیں کہ اس شخص کو راستے
سے کیسے نکالا جائے۔ متعدد مرتبہ آپؒ پر قاتلانہ حملے کئے گئے۔ لیکن حکومت کی کوشش بھی کامیاب نہیں
ہو رہی تھی بالآخر علاقہ کے نوابوں اور سرداروں کی مدد سے ایک بد بخت جہنم رسید شقی القلب انسان نے
۱۳ مارچ ۱۹۷۴ء کو گھر آتے ہوئے قلعہ سیف اللہ کے نزدیک خلگئی کے مقام پر شہید کر دیا۔ مولانا
شہید تو گولیوں کے نشانہ بن گئے۔ بلوچستان اب تیرے زخموں پر مرہم کون رکھے گا۔

یہ شمس الدینؒ کی قربانی تھی اور انکا خون تھا جس نے برطانوی حکمرانوں کی خود ساختہ
وپرواختہ نبوت کے فتنے کا سد باب کیا۔ اس لحاظ سے حضرت شہید ایک کامیاب جرنیل، عظیم مجاہد اور
ایک تاریخ ساز شخصیت تھے کیونکہ مسلمانوں کی کامیابی کا معراج مال ومتاع کو جمع کرنا نہیں بلکہ سرمایہ
حیات کو راہ حق میں لٹانا اور جسم وجان راہ حق میں کٹانا۔ اس سے خدا تعالیٰ حیات جاوید عطا کرتا ہے
جسے شہادت کہتے ہیں اور یہی مومن کی مطلوب ومقصود ہے اور خوش قسمت مسلمان کا ہی مقدر ہو سکتی
کیونکہ شہادت کا جام پینے والے خدا کے حکم کے مطابق زندہ ہوتے ہیں۔

گویا وہ موت کو بھی شکست دیتے ہیں جس سے کسی کو انکار نہیں اور مولانا شہید زندہ ہیں خدا
کے ہاں بھی اور ہمارے دلوں میں بھی۔

واللہ تیرا خون اِکارت نہ جائے گا
ہر قطرہ تیرے خون کا اِک گل کھلائے گا

کتاب کا نام : ماہنامہ القاسم کا اشاعت خاص
(تذکرہ وسوانح حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ)
زیر سرپرستی: مولانا عبدالقیوم حقانی۔
ضخامت: ۴۵۱ صفحات۔
ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد نوشہرہ۔

انسانی تاریخ بتاتی ہے کہ وہی قومیں باعزت طور پر زندہ رہتی ہیں۔ جو اپنے رہنماؤں کی خدمات کو فراموش نہیں کرتیں۔ بلکہ ان کی تبلیغ واشاعت کا فرض بھی سرانجام دیتی ہیں۔ یہی نظریاتی وابستگی قوموں کو فکر حریت اور خود شناسی کے جذبوں سے مالا مال کرتی ہیں۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ بھی ایسے ہی نادر اور نابغہ روزگار ہستیوں میں سے تھے۔ علامہ صاحب اگر چہ اپنی بے پناہ صلاحیتوں کی بدولت صرف علمی حلقہ تک متعارف رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ القاسم اکیڈمی کے ادارے کو اور بھی ترقی سے نوازے۔ اور تادیر ان کی خدمات قائم اور دائم رکھے۔ جنہوں نے اس عظیم شخصیت کی زندگی پر ایک بیش بہا مگر ایک جامع مجموعہ مرتب کر رکھا اور ماہنامہ القاسم کے خصوصی اشاعت میں ایک ضخیم کتاب علامہ سید سلیمان ندویؒ نمبر کا اضافہ کر کے یوں ان کے عقیدت مندوں کے صدور کی بھی تشفی کر لی جو کہ حضرت والا سے اعتقاد کاملہ کی بنیاد پر آپ کے سیرت وسوانح کے دلی آرزومند تھے۔ مذکورہ عنوان کے تحت علامہ صاحب کی حالات زندگی پر مختلف اہل قلم نے گراں قدر سطور قلم بند کر کے اپنے لئے نجات اخرویہ کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور یوں مولانا کے ابتدائی حالات زندگی سے لیکر آپ کی تعلیمی، تعلمی اور بیعت وتصوف کے سلسلے میں ایک مصلحانہ انداز میں تذکرہ فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ حضرت والا کے بعض عارفانہ کلام، ذوق اشعار وادب اور عشق رسولؐ پر ایک دلفریب منظر پیش کی ہے۔ اور آخری

Scanned with CamScanner

اوراق میں حضرت والا کے سوانح کا نرالے انداز میں تذکرہ ہے۔ اعلی ٹائیٹل، نفیس قسم کے کاغذ،
بہترین کمپوزنگ ہے۔ البتہ بعض جگہ کمپوزنگ کی غلطیاں نمایاں موجود ہیں جن کی اصلاح ایک ضروری
امر ہے۔ حق تعالی مقبولیت عامہ سے نواز کرامت کی ہدایت کے لئے نمونہ اخلاق وعمل بنائے۔

کتاب کا نام: سوانح حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی۔

تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی۔

ضخامت: ۲۲۷ صفحات۔

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ۔

یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ آج ہمارے پاس اپنے اکابر واسلاف کے
صرف علمی آثار کے چند گوشے ودیعت ہیں اور انکا وجود خیر خود ہمارے سامنے نہیں ہے۔ تاہم آثار
سے موثر کا پہچاننے کے مسلمہ اور فطری اصول کو مدنظر رکھا جائے تو اپنے ان رہنماؤں کی شناخت میں
آج بھی کوئی دشواری لاحق نہیں ہوسکتی۔ آج وہ اپنے محدود وجہ کے ساتھ ہم میں موجود نہیں ہے۔
لیکن اپنے غیر منقطع اور لامحدود اثرات کے ساتھ اب بھی ہم میں جلوہ گر ہیں۔ جو بلاشبہ پہلے وجود سے
زیادہ قوی اور پائیدار وجود ہے۔ جس کے لئے کوئی انتہاء اور اختتام نہیں۔ ہمارے ان اکابر حق کے
صف اول کے سپاہی جناب حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا نام نامی بھی سرفہرست ہے۔

عوام الناس حضرت ہزارویؒ کی شخصیت صرف ایک سیاسی رہنما اور اس سے بڑھ کر مکتب علم
سے متعلق ایک فرد خیال کرتے ہیں جبکہ یہ فیصلہ آپ کے علمی ودینی خدمات سے چشم پوشی کے مترادف
ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے معزز عالم دین حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے حضرت موصوف کی سوانح
وسیرت پر ایک دلفریب اور دلنشین مجموعہ تیار کیا ہے۔ کتاب کے صفحہ اول سے لیکر آخر تک انسانیت کی
فلاح وبہبود کے لئے جن عظیم صفات کا ہونا ضروری ہے ان کو حضرت ہزارویؒ کی زندگی کے حوالے
سے سپرد قلم کیا ہے۔

اسی طرح آپ کی زندگی کے اس شعبے کا بھی خاص تذکرہ ہے۔ جس میں فرق ضالہ کے
تعاقب کے سلسلے میں آپ کی یادگار محنتیں اور اس کے ردعمل میں جو صعوبتیں برداشت کی ہیں ان
واقعات کی بھی ایک خاص جھلک ہے۔ جس سے یہی ماخوذ ہوتا ہے کہ مصائب اور مشکلات کے
سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنتے رہنا وہ چیز ہے جو کہ تقرب الی اللہ کا وسیلہ وطریقہ ہے۔ کتاب کے
خاتمے کو حضرت والا کے سفر آخرت سے مزین کر کے یوں اخذ کا موقع دیا ہے کہ اگر صفات اس جیسے
کردار کے حامل کی طرح ہوں تو یقیناً اس جیسے مقام ومرتبے پر ملاء اعلی سے یوں صدائیں بلند ہوتی
ہیں کہ یاایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة۔ جو کہ انسانی زندگی کا
ماحصل اور فرمان الہی کا نچوڑ ہے۔

کتاب مذکورہ بالا عنوان کے تحت معنی خیز اور سلیس مضمون کا حامل ہے۔ اللہ تعالی اپنی رضاء
کے لئے ذریعہ اور وسیلہ فرمائے۔

ایں دعا از من واز جانب جہاں امین باد

مسابقہ حفظ القرآن مع التجوید ومحفل حسن قرات زیر اہتمام: ادارہ تعلیم القرآن والسنہ، منظور کالونی کراچی

زیر سرپرستی
شیخ القراء قاری احمد میاں تھانوی مدظلہ صاحب
فاضل مدینہ یونیورسٹی
نائب مہتمم دارالعلوم الاسلامیہ لاہور

زیر صدارت: عظیم اسکالر مفکر اسلام
حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب مدظلہ
کراچی
فاضل مدینہ یونیورسٹی

بتاریخ 14 اگست 2004ء بمطابق ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۲۵ھ بروز ہفتہ بعد نماز عشاء
اول، دوم، اور سوم آنیوالوں کیلئے ایک لاکھ روپے انعام
اول انعام 50 ہزار دوم 30 ہزار اور سوم 20 ہزار روپے

منصفین حضرات
شیخ القراء قاری احمد میاں تھانوی مدظلہ لاہور
فضیلۃ الشیخ مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کراچی
شیخ القراء قاری عبدالملک صاحب کراچی
شیخ القراء قاری محمد صدیق صاحب فیصل آباد
شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن رحیمی صاحب ملتان

شرائط مسابقہ
مکمل حفظ قرآن مع التجوید، مسابق کی عمر پندرہ سال سے ایک دن زائد نہ ہو، عمر کی تصدیق لئے پیدائشی سرٹیفکیٹ وفاق کی سند یا ایجوکیشن بورڈ کا سرٹیفکیٹ ہونا ضروری ہے: ایک مدرسے سے صرف ایک طالب علم شریک ہو سکے گا، داخلہ فارم حاصل کرنے کی تاریخ یکم جون تا 30 جون 2004ء ہے۔ فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ 15 جولائی 2004ء ہے

الداعی الی الخیر: مولانا شبیر احمد عثمانی
رابطہ: 5390231-5804039

تو ابل الادم

سولہ اجزاء کا مجموعہ

بنوں

سالن مصالحہ

مرچ سرخ، نیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، کالی، دارچینی، جلوتری، الاچی کلاں، اچورہ، انار دانہ، تیز پتہ، جائفل، لونگ اور ٹماٹر پاؤڈر

تیار کردہ:- حاجی مقبول الرحمن، شاقیاز خان

گل آباد کالونی دلہ زاک روڈ پشاور - پاکستان

جامعہ عثمانیہ پشاور

تقریب یوم سرپرستان

آپ جانتے ہیں کہ طالب علم کی بہتر تعلیم وتربیت کیلئے اگر ادارہ اور سرپرست کے درمیان باہمی رابطہ اور اشتراک عمل ہوتو اس کے بہت بہتر نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

اس مقصد کے لئے جامعہ ہر سال ﴿**یوم سرپرستان**﴾ کی تقریب منعقد کرتا ہے۔ تاکہ منتظمین اور سرپرستان میں ذمہ داریوں کا احساس اجاگر کیا جاسکے اور طلبہ کی کارکردگی بھی سامنے آجائے۔

یہ تقریب حسب سابق امسال بھی منعقد ہو رہی ہے جس میں جید علمائے کرام، شیوخ طریقت اور مخلصین جامعہ شرکت فرمارہے ہیں۔ ایک سرپرست کی حیثیت سے ذمہ داری کا بھرپور احساس اور مظاہرہ کرتے ہوئے آپ بھی ضرور بضرور اس تقریب میں شرکت فرمائیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ اپنی تمام دیگر مصروفیات کو دوسرے اوقات پر ڈال کر ضرور تشریف لائیں گے۔ ..ن سرپرست حضرات تک اگر دعوت نامہ نہ پہنچا ہو تو وہ اس اعلان کو دعوت نامہ سمجھ کر شرکت فرمائیں۔

مقام: جامعہ عثمانیہ، عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر

تاریخ: ۳۰ مئی ۲۰۰۴ء بروز اتوار

وقت: ۸ بجے صبح

ادارہ

جامعہ عثمانیہ پشاور

Jamia USMANIA Peshawar

منافع بخش کاروبار میں شرکت کی دعوت!

یایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم (الصف/۱۰)

اے ایمان والو۔ میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک دردناک عذاب

کیا آپ چاہتے ہیں؟ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے یقیناً چاہتے ہوں گے کہ آپ کی آمدنی دنیا و آخرت میں آپ کی بھلائی کا ذریعہ بنے تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا پرخلوص اپناتے ہوئے قرب و جوار میں غرباء، فقراء، یتیم بچوں کا سہارا بنیں اور دین کے کاموں خ مدارس عربیہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا مال دین سیکھنے والوں پر خرچ کریں۔

اس سلسلہ میں (جامعہ عثمانیہ پشاور) کو نہ بھولیں جس کے تعلیمی سال نمبر (۲۵-۱۴۲۴ھ) کا سالانہ تخمینی بجٹ 5,003 50 (پچاس لاکھ پچھتر ہزار تین روپے)۔ جس میں تین لاکھ روپے کتب و تفسیر کی خریداری اور تقریباً 15,95,196 ر تعمیرات کے لئے ہیں۔ آپ کی زکوۃ و عطیات اور چرم قربانی کا بہترین مصرف (جامعہ عثمانیہ پشاور) کو ہمیشہ کے لئے توجہات کی فہرست میں رکھیں۔

اکاؤنٹ نمبر 716-0 یونائیٹڈ بنک سنہری مسجد روڈ پشاور صدر	فارن کرنسی اکاؤنٹ 60035-3 حبیب بنک ارباب روڈ پشاور صدر صوبہ سرحد پاکستان

آپ کا خیر اند...
مفتی غلام الر...

Scanned with CamScanner